کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں؟

اہم سوالات

ڈاکٹر آر. سی. سپرول

کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں؟

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول

جملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

Originally published in English under the title:
Can I Lose My Salvation?
© 2015 by R.C. Sproul

Published by Ligonier Ministries
421 Ligonier Court, Sanford, FL 32771, U.S.A.
Ligonier.org
Translated by permission. All rights reserved.

نام کتاب: کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں؟
مصنف: آر۔ سی۔ سپرول
مترجم :ڈاکٹر ایلیاہ مسیح
اشاعت: ستمبر 2021
تعداد : 1000
ناشرین: اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی
اس کتاب کا ترجمہ اور اشاعت لیگنئیر منسٹریز(Ligonier Ministries)امریکہ کی اجازت سے کی گئی ہے۔ آپ اس کتاب کو ہماری ویب سائٹ اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org سے مفت حاصل کر سکتے ہیں مگر یہ کتاب فروخت کے لئے نہیں۔

فہرستِ مضامین

باب1:	یادگاری کے پتھر	1
اب2:	برگشتہ ہونے والے	9
باب3:	ناقابلِ معافی گناہ	19
باب4:	پھر نیا بنانا ناممکن	31
باب5:	استقامت کی بخشش	43
باب6:	نفسانی مسیحی	53
باب7:	ہمارا بڑا سردار کاہن	61

باب 1

یادگاری کے پتھر

کالج میں جب میں نے مسیح کو قبول کیا تو اس کے تھوڑی دیر بعد ہی میرا ایک دوست مجھے ایک عمر رسیدہ خاتون کے پاس لے کر گیا جو ایک چھوٹے سے ٹریلر کے گھر میں رہتی تھی۔ آج تک میں جتنی بھی خواتین سے ملا تھا اُن سب میں سے یہ خاتون بہت معتبر دُعائیہ روحانی سورما عورت تھی۔ وہ ہر روز ہر طرح کے معاملات کے لیے آٹھ گھنٹے دُعا کیا کرتی تھی۔ میرے دوست نے اُس کو میرے بارے میں بتایا کہ میں حال ہی میں مسیحی بنا ہوں۔ اُس نے بڑی کوشش سے میری طرف دیکھ کر یوں کہا "نوجوان! اسی وقت زمین میں روحانی پتھر گاڑو" مجھے قطعی طور پر معلوم نہیں تھا کی وہ کیا کہہ رہی ہے۔ لیکن اُس نے اِس کی وضاحت کرتے کہا کہ مجھے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ میرا تبدل دائمی ہے۔ اور یہ کہ مجھے اپنے تبدل کا وقت اپنی زندگی میں یاد رکھنا

ہے کیونکہ اگر مستقبل میں اگر کشمکش کا شکار ہوا ہوں تو میں واپس مڑ کر اس موقع کی جانب دیکھوں۔

اُس کی یہ نصحیت یشوع کی کتاب میں ایک واقعہ کی یاد دہانی ہے جس میں اسرائیلیوں کے موعودہ سرزمین میں داخل ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسرائیلی مصر سے خروج، بحرِ قلزم کو عبور کرنے اور چالیس سال بیابان میں پھرنے جیسے تجربات کر چکے تھے۔اور آخر کار اب وہ سرزمینِ کنعان میں داخل ہونے کے لیے تیاری کر رہے تھے۔

کنعان اور اُن کے درمیان دریائے یردن تھا۔ یردن کے کنارے جہاں وہ موجود تھے وہ سیلابی مقام تھا جہان دریا اپنے کناروں سے بہہ رہا تھا اور اِس کی چوڑائی ایک مِیل تک تھی۔ بے شک ملکِ موعودہ میں دوسری جانب کنعانی تھے جنہوں نے اسرائیلیوں کی آمد کے بارے میں سُن رکھا تھا اور اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔

جب وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے خُدا نے یشوؔع کو کوُچ کا حکم دیا کہ کاہن سب سے پہلے عہد کے صندوق کو اُٹھائے ہوئے چلیں گے۔ جونہی اُنہوں نے پانی میں قدم رکھا پانی اپنے مقام سے بیس مِیل پیچھے ہٹ گیا اور دریا کی سطع خشک تھی۔ یوں وہ سب لوگ دریائے یردن کو عبور کر کے موعودہ ملک پہنچ گئے۔اور یشوع نے لوگوں کو ایک ذمہ داری تفویض کی۔ ”اور

جب ساری قوم یردنؔ کے پار ہو گئی تو خُداوند نے یشوع سے کہا کہ ۔قبیلہ پیچھے ایک آدمی کے
حساب سے بارہ آدمی لوگوں میں سے چُن لو۔اور اُنکو حکم دو کہ تم یردنؔ کے بیچ میں سے جہان
کاہنوں کے پاؤں جمے ہوئے تھے بارہ پتھر لو اور اُنکو اپنے ساتھ لے جا کر اُس منزل پر جہاں تم آج
رات ٹکو گے رکھ دینا۔تب یشوؔع نے اُن بارہ کو جنکو اُس نے بنی اسرائیل میں سے قبیلہ پیچھے ایک
آدمی کے حساب سے تیار کر رکھا تھا بُلایا۔اور یشوؔع نے اُن بارہ سے کہا تم خُداوند اپنے خُدا کے عہد
کے صندوق کے آگے آگے یردؔن کے بیچ میں جاؤ اور تم میں سے ہر ایک شخص بنی اسرائیل کے
قبیلوں کے شمار کے مطابق ایک ایک پتھر اپنے اپنے کندھے پر اُٹھا لے۔تا کہ یہ تمہارے درمیان
ایک نشان ہو اور جب تمہاری اُولاد آیندہ زمانہ میں تم سے پوچھے کہ اِن پتھروں سے تمہارا کیا
مطلب ہے ؟تو تم اُنکو جواب دینا کہ یردؔن کا پانی خُداوند کے صندوق کے آگے دو حصے ہو گیا تھا
کیونکہ جب وہ یردؔن پار آرہا تھا تب یردؔن کا پانی دو حصے ہو گیا۔یوں یہ پتھر ہمیشہ کے لیے بنی
اسرائیل کے واسطے یادگار ٹھہرینگے۔"(یشوع 4 باب 1 تا 7 آیات)

اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی نے دریا کے بیچ میں سے اس موقع کی یاد
گار کے لیے ایک ایک پتھر لینا تھا۔اور دریا پار کر کے جہاں اُنہوں نے پہلی رات قیام کرنا تھا اُس

جگہ اُن بارہ پتھروں کا ایک یادگار مینار بنانا تھا۔اور دریا کے بیچ میں سے پتھر لے کر جلجال کے مقام پر خیمہ زن ہوئے اور وہاں اِن پتھروں کو نصب کیا۔

پرانے عہد نامے میں یادگاری کی ایسی بہت ساری مثالیں ہیں۔ جیسا کہ نوح نے طوفان سے محافظت کے بعد ایک قربان گاہ بنائی (پیدایش 8 باب 20 تا 22 آیات)۔یعقوب نے اپنی رویا میں زمین سے آسمان تک سیڑھی کے مقام پر پتھر کا یادگار ستون کھڑا کیا(پیدایش 28 باب 2210 آیات)۔داؤد نے اُس جگہ پر جہاں خُدا نے وبا کا خاتمہ کیا ایک قربان گاہ بنائی (1 سموئیل 24 باب)۔ یہ یادگاریں تاریخ میں فیصلہ کن لمحات کے بارے میں ہیں اور آیندہ نسلوں کے لئے جب بھی اسرائیلی خوفزدہ ہوئے اور اُنکو حوصلے کی ضرورت تھی وہ اِن یادداشتوں کے ذریعے سمجھیں گے کہ خُدا اُن کے ساتھ ہے۔خُدا اُن کو کہاں سے محافظت کے ساتھ لیکر آیا اور آیندہ بھی اُن کے ساتھ رہے گا۔ مراد یہ کہ یہ یادداشتیں اُنکی زندگی میں کشمکش ،شکوک اور خوف کے موقعوں کے درمیان خُدا کے لوگوں کے لئے یاد دہانی تھی کہ وہ خُدا کی طرف دیکھیں جس نے اُنہیں سب سے بڑھ کر خلاصی بخشی ہے۔

جیسا کہ میرے دوست نے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اس بے یقینی کی دنیا میں ایسی یاد دہانیوں کی ضرورت ہے کیونکہ بسا اوقات ہم مسیحی زندگی گزارتے ہوئے مسیح میں اپنی محافظت

کے بارے میں تذبذب کا شکار ہوتے ہیں ۔ہم محافظت چاہتے ہیں اور ہمیں اس یقین کی ضرورت ہے کہ ہماری محافظت مستقل ہے۔ یہاں پر ایک کلیدی سوال یہ ہے ''ایک شخص جس کا مسیح میں تبدّل حقیقی اور مستند ہے کیا وہ اپنی نجات کھو سکتا ہے ؟ یا پھر یہ کہ کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں ؟اِس بات کا تعلق ابدی محافظت سے ہے اور اس کو ''ایمانداروں کی استقامت'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جو کیلون ازم کے مشہور فضل کے نظریات کے محفف ''ٹیولپ''(TULIP) میں سے آخری ہے یعنی ''پی''(P)۔

چونکہ یہ موضوع ایمانداروں کے لئے انتہائی اہم ہے اس لئے پوری کلیسیائی تاریخ میں یہ تنازعات کا شکار بھی رہا ہے جس کے نتیجہ میں اس سوال کے متعدد جوابات سامنے آئے ہیں۔ سولہویں صدی میں رومن کیتھولک کلیسیا نے مصلحین کی اِس تعلیم سے اختلاف کیا کہ "ایک شخص صرف ایمان کے ذریعے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے اور وہ اس تصدیق (راستباز ٹھہرائے جانے) کی بنیاد پر اپنی نجات کی موجودہ حالت کا بھروسہ کر سکتا ہے۔تاہم مصلحین نے "نجات کے یقین "(جس سے مراد حتمی یقین ہے کہ میں موجودہ حالت میں نجات یافتہ ہوں)اور "ایمانداروں کی استقامت "(اس بات کا یقین کہ میں اپنی نجات یافتہ حالت میں قائم رہوں گا)۔رومن کیتھولک ایماندار کی نجات اور ابدی استقامت اور حتیٰ کہ نجات کے یقین کے

نظریے کی بھی تردید کرتے ہیں ماسوائے مخصوص ممتاز مقدسین کے مثلاً کنواری مریم یا سینٹ فرانسیس اسیسی وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ رومن کیتھولک کلیسیا ہمیشہ سے اس بات کی تعلیم دیتی آئی ہے کہ اگر کوئی کسی مہلک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ نجات بخش فضل سے محروم ہو جاتا ہے اور اِس طرح رومن کیتھولک مصلحین کے نجات کے ابدی تحفظ اور ایمانداروں کی استقامت کے نظریے کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔

تحریک اصلاح میں حتیٰ کہ لوتھرین اور مصلحین کے درمیان بھی اس نکتہ پر اختلافِ رائے پائی جاتی تھی۔ بہت سارے لوتھرین علمائے دین نے نقطہ نظر پیش کیا کہ ایک شخص نجات کا موجودہ یقین تو رکھ سکتا ہے لیکن وہ پھر بھی نجات بخش ایمان کھو سکتا ہے جسکے ساتھ وہ تصدیق سے بھی مھروم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نیدر لینڈ میں اصلاحی کلیسیاؤں کے مابین ایک شدید مناظرہ ہوا اور ایک معترضانہ گروہ نے ڈچ کیلون ازم میں ترمیم کرکے یہ استدلال پیش کرکے "ایمانداروں کی استقامت" کے عقیدے کے خلاف مباحثہ کرتے ہوئے کہا کہ نجات کھوئی جاسکتی ہے۔

بائبل میں کافی ایسے حوالہ جات ہیں جو بظاہر یہ پیش کرتے ہیں کہ لوگ نجات کھو سکتے ہیں مثلاً عبرانیوں 6 باب 4تا6 آیات؛ پطرس 2 باب 20 تا 22 آیات۔ تاہم ایسے بے شمار حوالہ

جات بھی پائے جاتے ہیں جن میں خُدا یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو آخر تک نجات پر قائم رکھے گا۔مثال کے طور پر پولُس رسول فلپیوں 1 باب 6 آیت میں یوں کہتا ہے : "اور مجھے اِس بات کا بھروسہ ہے کہ جس نے تم میں یہ نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پورا کرے گا۔" پاک نوشتوں میں یہ دونوں پہلو پائے جاتے ہیں لیکن اِس دو طرح کی تعلیم میں مفاہمت پیدا کرنا مشکل ہوتا ہے۔اور حتمی تجزیہ میں اس سوال کا جواب اِن حوالہ جات پر غور کرنے سے تلاش کیا جانا چاہیے۔قدیم کلیسیا میں اس مباحثہ کے تعلق سے "مسیحی مجاہد" کے لئے لاطینی جملے "میلیٹیا کرسچیانے"(*militia christianae*)کا استعمال کیا جاتا تھا ۔اس جملے سے مراد مسیحی زندگی ایک مسلسل جدوجہد ہے۔میرا خیال ہے کہ ہم مسیحی کسی فلسفیانہ یاالٰہیاتی تصورات کے تجریدی ماحول کی بجائے ایک حقیقی کشمکش میں روزمرہ کی زندگی گزارتے ہیں۔یوں" مسیحی جدوجہد"کا تصور مسیحی زندگی کی کشمکش کو پیش کرتا ہے کہ ایک مسیحی ایماندار ایمان میں ثابت قدم رہنے کے لئے بُلایا گیا ہے۔

ہمیں مسیح کا یہ بیان بھی یاد ہوگا" مگر جو آخر تک برداشت کرے گا نجات پائے گا۔"(متی 24 باب 13 آیت)۔اور مسیح نے یہ بھی کہا تھا"۔۔۔جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر

پیچھے دیکھتا ہے وہ خُدا کی بادشاہی کے لائق نہیں۔" مسیح یسوع نے ایسے لوگوں کو خبر دار کیا جو جھوٹا یقین رکھتے تھے اور دوسری طرف لوگوں کو ایمان لانے کے بعد پیچھے نہ مڑنے کی تاکید کی۔

بے شک ایسے لوگ موجود ہیں جو ایمان کا قابل اعتماد اقرار کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن بعد ازاں اپنے ایمان سے پھر جاتے ہیں۔ میرے خیال میں جو شخص ایک سال سے زیادہ عرصہ مسیحی زندگی گزار چکا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں جانتا ہے۔ بعض لوگ ظاہری طور پر تو ایک وقف شدہ مسیحی معلوم ہوتے ہیں لیکن بعد میں ایمان اور کلیسیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ سوال اُٹھانا پڑتا ہے کہ ایک شخص جو حالتِ فضل میں تھا کس طرح وہ اس فضل میں قائم بھی رہے گا۔

یہ سوال بہت ذاتی و شخصی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ محض فرضی و نظریاتی ہی نہیں ہے۔ جب ہم زندگی کے اُتار چڑھاؤ کا تجربہ کرتے ہیں اور تبدیلیاں ہماری روزمرہ زندگی کی ناپائیداری کا حصہ ہیں۔ اور ہم یہ فیصلہ کن سوال اُٹھانے کی جانب راغب ہوتے ہیں کہ "اگر اب میں ایمان کی حالت میں ہوں، اگر اب میں مسیح کو قبول کرتا ہوں تو کیا میری یہ حالت تبدیل ہو جائے گی؟ کیا خُدا کی حضوری کا مسرت بخش استحقاق تبدیل ہو جائے گا؟ کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں؟

باب 2

برگشتہ ہونے والے

گالف کے کھیل میں سوئنگ کرنے سے پیچیدہ شاید ہی چند چیزیں ہونگی جس میں سینکڑوں باتیں یاد رکھنی پڑتی ہیں اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کا خیال رکھنا حد سے زیادہ نا قابلِ برداشت ہوتا ہے۔ کھیل کی مشق کے لئے گھنٹوں درکار ہوتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کبھی بھی اِس پر مکمل عبور حاصل نہیں کر سکتے۔

جب سے میں نے گالف کھیلنا شروع کیا ہے اس دوران میں نے بہت دفعہ keySwing کی مشق کی ہے اور میں نے سوچا کہ یہ میرے کھیلنے کی کایا پلٹ دے گی۔ میں باہر جا کر گالف کھیلنے کے لئے بڑا پُر جوش تھا کہ جا کر "سوئنگ" کروں اور جب میں اِس میں بڑے عمدہ طریقے سے کامیاب ہونگا تو میرے دل میں اور شوق پیدا ہوگا۔ یہ بات مجھے گالف کا ایک بہت بڑا راونڈ کھیلنے میں مدد کرے گا۔

ایک دن جب میں نے ایک مخصوص Swing key کا استعمال کرنے کے بعد سوچا کہ میں سب کچھ سیکھ گیا ہوں۔ لیکن میرے گولف کے کوچ نے مجھے خبر دار کیا کہ یہاں پر ایک جونئیر گریڈ گالفر ایسے لوگوں کے انتظار میں گھومتا پھرتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔اس کے بعد وہ اُن سے یہ سارا بھروسہ چھین لیتا ہے۔ گالف کے کھیل کی مہارت میں "سوئنگ کی" کے سرسری استعمال کا عبوبہ ایک دفعہ مجھے "ووڈ کی"(Wood key) کے وجود کی قبولیت کی جانب لے گیا۔ ووڈ کی سے مراد یہ کہ یہ صرف ایک ہی دن کام کرتی ہے یعنی عارضی ہے۔ میرے پاس ووڈ کی جیسی مہارت کی تکنیک تو بہت تھی اور میں نے اُسی مہارت کو دُہرانے کی کوشش کی جو میں نے پہلے دن سیکھی تھی لیکن دوسرے دن اِس نے بالکل کام نہ دکھایا۔ میں ایسی تکنیک پر بھروسہ کرتا رہا جو ایک دن تو کام آتی ہے مگر اگلے روز ایسی مہارت زوال پزیر ہو جاتی۔

بائبل مقدس بعض اقراری ایمانداروں کی زندگی میں جوہری تبدیلی کے بارے میں بتاتی ہے۔ جس سے ہماری مراد برگشتہ یا منحرف ہونا ہے۔اس کے لئے یونانی اصطلاح "دُور ہو جانا "یا" پھر جانا" ہے۔ برگشتگی یا انحراف سے مراد ایک مقام پر پہنچ کر اِس کو ترک کر دینا ہے۔ جب ہم منحرف یا مرتد لوگوں کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے برگشتہ

ہو گئے ہیں یا پھر کم از کم اپنے ایمان کے پہلے اقرار سے زوال پذیر ہو چکے ہیں۔ جب ہم ابدی تحفظ یا ایمانداروں کی استقامت کے نظریے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو در حقیقت ہم اسی موضوع پر بحث کر رہے ہوتے ہیں۔ تو پھر ہم یہ استفسار کر رہے ہوتے ہیں کہ ایک مسیحی جو حقیقی طور پر نئے سرے سے پیدا ہوا ہے اور مسیح پر حقیقی یقین رکھتا ہے کیا ممکنہ طور پر وہ بھی برگشتہ یا منحرف ہو سکتا ہے؟

نئے عہد نامے میں ایسے بہت سارے حوالہ جات ہیں جو ایسے غالب امکان کے بارے میں خبردار کرتے ہیں پولُس رسول کرنتھیوں کی کلیسیا کو اس طرح متنبہ کرتا ہے "پس جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے۔"(1۔کرنتھیوں 10 باب 12 آیت)۔ کیا یہاں پر پولُس رسول محض غرور جیسی کیفیت کے بارے میں ملامت کر رہا ہے جس میں کوئی شخص قائم ہونے کا جھوٹا یقین رکھتا ہے۔ یا پھر وہ کبھی بھی اس بات کے حتمی نتیجے پر نہ پہنچنے کے خلاف خبردار کر رہا ہے کہ آپ فضل کی ایسی حالت میں ہیں جو کبھی بھی کھوئی نہیں جا سکتی؟ جو ایمانداروں کی استقامت کے نظریے کے خلاف دلائل پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں پولُس رسول اِس آیت میں اس تعلیم کی تردید کر رہا ہے کیونکہ وہ اِس کے خلاف خبردار کرتا ہے۔ چونکہ یہ بات قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ پولُس رسول برگشتگی کے امکان کے

خلاف خبردار کرے جب ایسی برگشتگی بر ملا طور پر ناممکن ہے۔ایسے لوگ اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نجات کے ابدی تحفظ کے امکان کاانکار کرتے ہیں۔

ایک آیت جسے ایمانداروں کی استقامت کی ضمانت کے خلاف ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتاہے وہ تیمتھیس کے نام پوُلس رسول کے پہلے خط میں پائی جاتی ہے۔پوُلس رسول اپنی زندگی اور خدمت کے اختتام کے قریب اپنے شاگرداور خادم کوایمان کی اچھی کشتی لڑنے کے لئے تاکید کرتاہے:

"اے میرے فرزند تیمتھیس اُن پیشنگوئیوں کے موافق جوپہلے تیری بابت کی گئی تھیں میں یہ حکم تیرے سپرد کرتاہوں تاکہ توُاُنکے مطابق اچھی لڑائی لڑتارہے اور ایمان اُس نیک نیت پر قائم رہ۔ جسکودُور کرنے کے سبب بعض لوگوں کے ایمان کا جہاز غرق ہوگیاہے۔اُن ہی میں سے ہمنیسؔ اور سکندرؔ ہیں۔ جنہیں میں نے شیطان کے حوالہ کیاتاکہ کفرسے باز رہناسیکھیں۔"(1۔ تیمتھیس 1 باب 18 تا 20آیات)

یہاں پر پولُس رسول مسیحی زندگی میں مسلسل جہد وجہد کے تناظر میں ایمان کی اچھی کشتی لڑنے کے تعلق سے ہدایت و نصیحت کرتا ہے۔ وہ تیمتھیس کو خبر دار کرتا ہے کہ ایمان اور نیک نیتی پر قائم رہے اور ایسے لوگوں کو یاد رکھے جو ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اور وہ مخصوص افراد کا ذکر کرتے ہوئے ہمنیس اور سکندر کا حوالہ دیتا ہے جن کے ایمان کا جہاز پہلے غرق ہوا اور پھر پولُس رسول اُنکو کلیسیا بدر کر دیتا ہے (کیونکہ شیطان کے حوالہ کرنے کا مطلب یہی ہے تاکہ وہ کفر سے باز رہنا سیکھیں)۔ یہاں پر ہم صرف ایک فرضی انتباہ ہی نہیں دیکھتے بلکہ مخصوص انفرادی لوگوں کی مثالوں سے بھی اِسے منسلک کیا گیا ہے جو بظاہر اپنے مسیحی ایمان کی پاکیزگی سے برگشتہ ہو کر ایک شدید گناہ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ایک اور جگہ پر پولُس رسول خود کہتا ہے کہ "بلکہ میں اپنے بدن کو مارتا کوٹتا اور اُسے قابو میں رکھتا ہوں ایسا نہ ہو کہ اَوروں میں منادی کر کے آپ نامقبول ٹھہروں" (1۔ کرنتھیوں 9 باب 27 آیت)۔ پولُس اپنے قارئین کے سامنے کم از کم فرضی طور پر یہ کہتا ہے کہ غیر اقوام کے رسول ہوتے ہوئے بھی وہ نامقبول ٹھہر سکتا ہے۔ یہ الفاظ پہاڑی وعظ میں مسیح یسوع کے الفاظ سے ملتے جلتے ہیں جب وہ کہتا ہے کہ "اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خُداوند اے خُداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا اور

تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے۔اُس وقت میں اُن سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ"(متی 7 باب 22تا23 آیات)۔

بے شک پوُرے کلام میں برگشتگی کے خلاف تنبیہ عبرانیوں 6 باب میں پائی جاتی ہے جو ہماری بحث کے لئے اہم ترین حوالہ ہے۔اِس حوالہ کا مفصل تجزیہ ہم اس کتاب کے چوتھے باب میں پیش کریں گے۔

1۔ تیمتھیس 1 باب میں پیش کردہ انفرادی شخصی مثالوں سے یہ بات واضح ہے کہ ہم کلام میں ایسی مثالیں دیکھتے ہیں مثلاً بے حد معروف بادشاہ داؤد اور پطرس رسول۔اور یہ بات یقینی ہے کہ مسیح میں ایمان کا اقرار کرنے والے لوگ بھی ایک معنوں میں گر سکتے ہیں۔ہم نے دیکھا کہ ہمینس اور سکندر کو اُنکی ہدایت کے لئے پوُلس رسول نے خارج کیا تاکہ وہ کفر سے باز آجائیں۔تاہم کلام میں مذکورہ روحانی شورشوں کی ماہیت اور ایسے سنگین واقعات میں اقرار کرنے والے ایماندار بڑی شدت سے گرتے ہیں تواُن کے بارے میں متعدد سوالات کے جوابات ابھی باقی ہیں۔ایسے سوال کا تعلق اس بات سے ہے کہ آیا برگشتگی کے مختلف درجے ہیں اور کیا سنگین گراوٹ سے مراد یہ ہے کہ آیا کوئی شخص ناقابلِ تلافی طور پر اپنی نجات کھو بیٹھا ہے؟

اطالوی اصلاح کار گارولا موزانچی (Girolamo Zanchi) نے ایک دفعہ شدید برگشتگی اور مکمل برگشتگی کے درمیان امتیاز پیش کیا۔ اُس نے یہ استدلال پیش کیا کہ بائبل مقدس ایسے حقیقی ایمانداروں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جو فاش گناہ کے مرتکب بنے اور بعض مواقع پر طویل عرصہ تک ناپشیمانی کا شکار رہے۔ یہ شدید برگشتگی ہے جس کی ایک مثال داؤد ہے جو ایمان میں بحال اور توبہ سے پہلے ایک سال تک بت سبع کے ساتھ اپنے گناہ میں غیر متاسف رہا۔ اِس لئے سوال یہ نہیں کہ کیا لوگ گر جاتے ہیں؟ بے شک وہ گرتے ہیں۔ ہر ایک مسیحی کے سامنے شدید برگشتگی کے امکان ہیں مگر کیا جب کوئی شدید برگشتگی کا شکار ہوتا ہے تو وہ ابدی طور پر نجات کو کھو سکتا ہے جو اُسکی مکمل برگشتگی کا سبب بنتا ہے۔ یا پھر کسی شخص کی برگشتگی ایک عارضی حالت ہے جو اُسکی بحالی تک قائم رہتی ہے؟

کلیسیائی ضابطے کا مقصد ایسے لوگوں کی بحالی ہے جنہوں نے ایمان کا اقرار کیا اور بعد میں نا متاسف گناہ کی زندگی گزارنا شروع کر دی۔ دوسرے الفاظ میں کلیسیائی ضابطہ شدید برگشتگی میں مبتلا شخص کو مکمل برگشتگی کا شکار ہونے سے روکتا ہے۔ کلیسیائی ضابطے کے مختلف مراحل ہیں اور اِس کا آخری مرحلہ کلیسیا بدری ہے۔ لیکن جب کوئی کلیسیا کی رفاقت سے خارج کیا جاتا ہے تو اُس کو ایک غیر ایماندار جیسا تصور کیا جاتا ہے۔ اس عمل کا مقصد بھی اُسکی واپسی اور بحالی ہوتا ہے

تاکہ اُسے ایمانداروں کی رفاقت میں شامل کیا جاسکے۔اسی طرح جب پولُس رسول ہمینس اور سکندر کو شیطان کے حوالہ کرتا ہے تو وہ اُمید رکھتا ہے کہ اس تادیبی عمل کے ذریعے وہ اپنے حواس میں آکر مسیح کی رفاقت میں بحال کیے جائیں۔

ایسے میں بعض شدید برگشتگی کے بعد واپس لوٹ آئیں گے جبکہ بعض ایسا نہیں کریں گے کیونکہ وہ کبھی حقیقی ایمان لائے ہی نہیں تھے۔وہ ایمان کا جھوٹا یقین رکھتے تھے یعنی جس چیز کا وہ اقرار کرتے تھے وہ اُنکے پاس نہیں تھی۔جب مشکل گھڑی آتی ہے تو ایسے اشخاص اپنے پہلے ایمان سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ایسی مثالوں میں اُنکا تبدل کبھی بھی اصلی نہ تھا۔اِس اہم پہلو کو مسیح بیج بونے والے کی تمثیل میں پیش کرتا ہے(متی 13 باب 1تا9آیات)۔اِس تمثیل میں بیج مختلف اقسام کی زمین میں گرتا ہے یعنی راہ کے کنارے، پتھریلی زمین پر، جھاڑیوں میں اور اچھی زمین پر گرے۔پتھریلی زمین میں مٹی نہ ہونے کے سبب بیج جلدی اُگ آئے اور جب سورج نکا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سوکھ گئے۔جیسا کہ مسیح تشریح کرتا ہے کہ اس تمثیل کا تعلق لوگوں سے ہے جب اُن کو کلام سنایا جاتا ہے وہ اُسے کس طرح قبول کرتے ہیں (18تا23 آیات)۔بعض کلام کو قبول کرتے اور ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر اس پر قائم نہیں رہتے اور وہ برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

یوحنا رسول ایسے لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو ایمانداروں کی رفاقت سے نکل گئے ہیں۔وہ کہتا ہے: "وہ نکلے تو ہم ہی میں سے مگر ہم میں سے تھے نہیں۔اس لئے کہ اگر ہم میں سے ہوتے تو ہمارے ساتھ رہتے لیکن نکل اس لئے گئے کہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سب ہم میں سے نہیں ہیں ۔"(1۔یوحنا 2 باب 19 آیت)۔یوں یوحنا روح القدس کے الہام سے یہ کہتا ہے کہ بعض لوگ جو ایمان سے منحرف ہو گئے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ایک مخصوص واقعہ میں یوحنا اُن لوگوں کی برگشتگی کی وضاحت کر رہا ہے جنہوں نے ایمان کا اقرار تو کیا مگر وہ کبھی بھی حقیقی طور پر تبدیل نہیں ہوئے تھے۔

یوں یہ ایک بڑا چیلنج ہے کہ ایک حقیقی ایماندار (جو برگشتگی کا شکار مگر مستقبل میں ایمان پر بحال ہو جائے گا)اور ایک ایسا شخص جس نے ایمان کا جھوٹا اقرار کیا ہے اُنکے درمیان کس طرح امتیاز کیا جائے۔ہم دوسروں کے دِلوں کو نہیں پڑھ سکتے اِس لئے ہمیں معلوم نہیں ہے کہ جب ہم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جو ایمان کا اقرار تو کرتا ہے مگر بعد میں اُس سے منحرف ہو جاتا ہے۔وہ شخص شاید حقیقی ایماندار ہو جو عارضی طور پر اپنے ایمان کے اقرار سے پھر رہا مگر بعد میں واپس لوٹ آئے۔

ہم میں سے بہت سارے ایسے دوستوں اور خاندانی افراد کو جانتے ہیں جو ظاہری طور پر ایک اصلی ایمان کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ہم نے بھی یہی سمجھا کہ اُنکا اقرار مستند ہے ۔ہم نے اُنکو بھائی اور بہنوں کے طور قبول کیا لیکن بعد میں ہم پر ظاہر ہوا کہ وہ ایمان سے پھر گئے ہیں۔اِس صورتِ حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟میں کم از کم دو طرح کے رد عمل کی تجویز دیتا ہوں۔اوّل: اُنکے لئے بہت دُعا کریں۔دوم: انتظار کریں کیونکہ صرف اور صرف خُدا ہی ایک روح کو محفوظ کر سکتا ہے۔

باب 3

ناقابلِ معافی گناہ

میں اکثر پوری دُنیا سے خطوط موصول کرتا ہوں جن میں لوگ مجھ سے سوالات پوچھتے ہیں۔ بعض اوقات زیادہ تر سوالات علمی ہوتے ہیں اور بعض اوقات زیادہ شخصی اور عملی ہوتے ہیں۔ کم از کم ایک ماہ میں ایک دفعہ مجھے کوئی نہ کوئی شخص ایسا خط بھیجتا ہے جس میں وہ مسیح یسوع کے بیان کردہ ناقابلِ معافی گناہ کے بارے میں گہرا فکر مند دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ بائبلی والٰہیاتی ہے اور محض قیاسی نہیں جیسا لوگ اس کے بارے میں سوچ کر انتہائی کرب سے گزرتے ہیں۔ یہ سوال کہ ہم خُدا کے فضلِ عظیم سے زوال پزیر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ سوال ہمارے ایمان اور زندگیوں کے قلب کو چُھو جاتا ہے۔

مسیح کا نا قابلِ معافی گناہ کے بارے میں انتباہ اناجیلِ متوافقہ (متی، مرقس، لوقا) میں پایا جاتا ہے۔ جب اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو اس متن کے پس منظر کو ذہن میں رکھنا انتہائی اہم

ہے جس کے بغیر ہم مسیح کے الفاظ کے بارے میں غلط فہمی کے خطرے سے دوچار ہو سکتے ہیں۔پس منظر کو جاننے کے لئے متی کی انجیل کے واقعہ کو دیکھتے ہیں۔

"اُس وقت لوگ اُسکے پاس ایک اندھے کو لائے جس میں بدروح تھی۔اُس نے اُسے اچھا کر دیا۔ چناچہ وہ گونگا بولنے اور دیکھنے لگا۔اور ساری بھیڑ حیران ہو کر کہنے لگی کیا یہ ابنِ داؤد ہے ؟فریسیوں نے سن کر کہا یہ بدروحوں کے سردار بعلزبول کی مدد کے بغیر بدروحوں کو نہیں نکالتا"(متی 12 باب 22تا24آیات)

ناقابلِ معافی گناہ کا مسئلہ مسیح کے ایک بدروح گرفتہ شخص کو شفا دینے کے بعد سامنے آتا ہے۔ مسیح کی شفانے لوگوں حیرت میں ڈال دیا کہ اس کے فوری بعد وہ یہ سوال کرتے ہیں۔کیا یہ ابنِ داؤد ہو سکتا ہے ؟جس سے مراد ہے کہ کیا یہ موعودہ مسیح ہے ؟

تاہم فریسی جو مسیح کے سخت مخالف تھے انہوں نے اِس واقعہ کی ایک متبادل تفسیر پیش کی ۔وہ اِس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ مسیح نے یہ معجزہ موعودہ مسیح ہونے کی قدرت

سے کیا تھا۔اِس کے بر عکس اُنہوں نے کہا کہ مسیح نے یہ قدرت شیطان سے مستعار لی ہے۔انہوں نے کہا کہ وہ بعلزبول کی قدرت سے نکالتا ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اِس تنازعہ میں نہ تو مسیح نے اور نہ ہی اُسکے مخالفین نے اِس موقع پر قدرت کے ظہور کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔لیکن سوال قدرت کے ماخذ اور اِس قدرت سے کام کرنے والے شخص کی شناخت کا تھا۔آیئے اپنے متن کی طرف بڑھتے ہیں:

"اُس نے اُن کے خیالوں کو جان کر اُن سے کہا جس بادشاہی میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس شہر یا گھر میں پھوٹ پڑتی ہے وہ قائم نہ رہیگا۔اور اگر شیطان ہی نے شیطان کو نکالا تو وہ آپ اپنا مخالف ہو گیا۔پھر اُسکی بادشاہی کیونکہ قائم رہیگی ؟۔اور اگر میں بعلزبول کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو تمہارے بیٹے کس کی مدد سے نکالتے ہیں؟ پس وہ تمہارے منصف ہونگے ۔لیکن اگر میں خُدا کی رُوح کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہوں تو خُدا کی بادشاہی تمہارے پاِس آ پہنچی۔یا کیونکر کوئی آدمی کسی زورآور کے گھر میں گھس کر اُسکا اِسباب لوٹ سکتا ہے جب تک کہ پہلے اُس زورآور کو نہ باندھ لے؟ پھر وہ اُسکا گھر لوٹ لیگا۔جو

میرے ساتھ نہیں وہ میرے خلاف ہے اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا بکھرتا ہے۔"(متی 12 باب 25تا30 آیات)

مسیح در حقیقت کہتا ہے کہ "یہ قدرت شیطان کی نہیں۔ یہ خُدا کی قدرت ہے اور خاص کر خُداروح القدس کی قدرت ہے۔اِس تناظر میں روح القدس موضوع بحث آئی ہے۔اِس کے بعد مسیح اُنکو ایک خطرناک تنبیہ یوں کرتا ہے:

"اِس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر ایک گناہ اور کفر تو معاف کیا جائیگا مگر جو کفر روح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائے گا۔اور جو ابنِ آدم کے بر خلاف کوئی بات کہے گا وہ تو معاف کی جائیگی مگر جو روح القدس کے بر خلاف کوئی بات کہے گا وہ اُسے معاف نہ کی جائے گی نہ اِس عالم میں نہ آنے والے میں۔"(متی 12 باب 31تا32 آیات)۔

یہاں پر گناہ کو ''نا قابلِ معافی گناہ'' کہنے کے بارے میں ایک اصطلاحاتی نکتہ پیش کرنا ضروری ہے۔''نا قابلِ معافی گناہ'' سے ہماری کیا مراد ہے ؟اِس کے اصولی معنی تو ''معافی کے قابل نہ ہونا''ہیں۔ لیکن اصطلاحی اعتبار سے تو خُدااگر چاہے تو وہ ہر طرح کے گناہ کو معاف کرنے کے قابل ہے۔اِس لئے جب ہم اِسے ''نا قابلِ معافی ''گناہ کہتے ہیں تواِس سے مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کو خُدا بھی فی الحقیقت معاف نہیں کرے گا۔اِس کی وجہ یہ نہیں کہ خُدااِسے معاف کر نہیں سکتا مگر یہ کہ وہ اِسے معاف کرنا نہیں چاہتا۔اِسی بات سے مسیح ایسے لوگوں کو خبر دار کر رہا ہے جو اُس پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ شیطان کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے۔وہ اُن کو خبر دار کر رہا ہے کہ ایک ایسا گناہ بھی ہے جو نہ تو اِس دُنیا میں اور نہ ہی اگلے جہاں میں معاف کیا جائے گا۔

اِس سے بھی مشکل بات یہ ہے کہ مسیح کہہ رہا ہے کہ جو بات ابنِ آدم (مسیح) کے خلاف کی جائے گی وہ تو معاف ہو جائیگی مگر وہ گناہ جو روح القدس کے خلاف کیا جائے گا وہ معاف نہ کیا جائے گا۔اِس بات کا تصوّر اِس لئے بھی مشکل ہے کہ ہم تثلیث کو مانتے ہیں۔ایک خُدا تین اقانیم رکھتا ہے یعنی خُدا باپ ، خُدا بیٹا اور خُدا روح القدس اور یہ تینوں اقانیم ایک ہی خُدا ہیں ۔تثلیث میں ''دوسرے اقنوم سے مراد ''ابنِ آدم ''ہے۔تثلیث کے دوسرے اقنوم کے

خلاف گناہ معاف کیونکر ہو سکتا جبکہ تثلیث کے تیسرے اقنوم یعنی روح القدس کے خلاف گناہ معاف نہیں ہو سکتا؟

اِس مشکل کا ایک سادہ حل ہے۔ غور کریں کہ یہاں پر مسیح یہ نہیں کہہ رہا کہ روح القدس کے خلاف ہر طرح کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔ ہم سارا وقت روح القدس کے خلاف گناہ کرتے ہیں۔ درحقیقت بطور مسیحی ہم جو بھی گناہ کرتے ہیں وہ پاکیزگی کی روح کے خلاف ہے جو ہم میں تقدیس کے لئے بسا ہوا ہے۔ اور اگر روح القدس کے خلاف ہر ایک گناہ معاف نہیں ہو سکتا تو ہم میں سے کسی کو کبھی بھی معافی نہ ملتی۔ یوں مسیح یہاں پر ایک بہت ہی محدود اور مخصوص قسم کے گناہ کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ جس کو وہ روح القدس کے خلاف کفر کہتا ہے۔

ہمیں یہاں پر بہت ہی محتاط ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ وہ یہاں پر یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ ہر طرح کا کفر ناقابلِ معافی ہے۔ ایک بار پھر اگر ہر قسم کا کفر ناقابلِ معافی ہوتا تو ہم کبھی بھی معاف نہ کیے جاتے۔ جب بھی ہم خُدا کا نام بے فائدہ لیتے ہیں وہ خُدا کے حق میں کفر ہوتا ہے۔ لیکن بائبل مقدس اِس بات کی بڑی وضاحت کرتی ہے کہ مسیح نے صلیب پر خُدا کے خلاف کفر بکنے والوں کی خُدا سے صلح کرائی۔ اِس کی بجائے کہ مسیح کفر کے الفاظ کے بارے میں وسیع دعویٰ پیش کرے وہ ایک بہت ہی مخصوص اور محدود قسم کے گناہ کے بارے میں بات کرتا

ہے۔ ہر طرح کا کفر نا قابلِ معافی نہیں ہے۔ روح القدس کے خلاف تمام گناہ بھی نا قابلِ معافی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ابنِ آدم کے خلاف تمام گناہ نا قابلِ معافی ہیں۔ تو پھر یہاں پر کیا مخصوص بات زیر غور ہے؟

کلیسیائی تاریخ میں اِس سوال کا جواب کئی ایک طرح سے دیا جاتا رہا ہے۔ بعض کے خیال میں نا قابلِ معافی گناہ سے مراد قتل کی سزا سزائے موت ہے۔ تاہم یہ جواب ایک اہم نکتے میں نا کام ہو جاتا ہے کیونکہ قتل کفر نہیں ہے۔ اِس مہلک گناہ کی ماہیت کو جاننے کے لئے ہمیں اِس حقیقت سے شروع کرنا ہوگا جو کفر کے طور جانی جاتی ہے۔ اور کفر کا تعلق الفاظ سے ہے۔ عمومی حالات میں کفر ہمارے منہ سے نکلتا ہے۔ اس کا تعلق ہمارے کہنے یا بولنے سے ہے۔ ہم مسیح کے استعمال کردہ فعل میں یہ دیکھ سکتے ہیں۔ وہ یہاں پر خاص کر یہ الفاظِ استعمال کرتا ہے کہ وہ جو کوئی روح القدس کے "برخلاف کوئی بات کہے"۔ اِس لئے ایک عمومی عمل کفر نہیں اور حتیٰ کہ قتل کا عمل بھی کفر نہیں بلکہ زبان کا ایک عمل کفر کہلاتا ہے۔

بائبلی اخلاقیات اور انسانی گفتار کے انداز کا بہت گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ دُعائے ربانی کی پہلی درخواست میں مسیح ہمیں خُدا کے نام کو پاک ماننے کے بارے میں کہتا ہے۔ مراد یہ کہ اُس کے نام کی پاک تحریم کی جائے اور ایسا نہ کرنا کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ ہر طرح کا کفر

خُدا کے خلاف تشویشناک جرم ہے۔اوراِس جرم کا کم یا زیادہ تعداد میں ارتکاب اِس کی شدت اور بُرائی میں تخفیف نہیں کرتا۔تاہم زیر غور مخصوص مسئلہ میں ہم عمومی کی بجائے ایک مخصوص قسم کے کفر کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔

یسوع ایسے فریسیوں کو جواب دے رہا ہے جو مسلسل اُسکی مخالفت کرتے آئے ہیں۔یہ ایسے جوگ تھے جو پرانے عہد نامے کے علمِ الٰہی میں خُدا کی بابت باتوں میں سب سے زیادہ فہم وفراست رکھتے تھے۔اگرایسا کوئی گروہ تھا جسے سب سے پہلے مسیح ابنِ آدم کی شناخت ہونی چاہیے تھی تو وہ یہی فریسی تھے۔لیکن اِس کے باوجود وہ مسیح کی خوفناک حد تک مخالفت کرنے والے تھے۔

اِس کے ساتھ ہی نئے عہد نامے میں فریسیوں کی گہری جہالت نے اُنکی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا۔اِس امر کو ہم مقامِ صلیب پر دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے مسیح کو مصلوب کرنے والوں کے حوالہ کیا تھا وہ اُنکی مغفرت کے لئے یوں دُعائے خیر مانگتا ہے: اے باپ! انکو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔۔۔"(لوقا 23 باب 34 آیت)۔اوراِسی طرح کرنتھیوں کے نام اپنے خط میں پولُس رسول لکھتا ہے" جسے اِس جہان کے سرداروں میں سے کسی نے نہ سمجھا کیونکہ اگر سمجھتے تو جلال کے خُداوند کو مصلوب نہ کرتے۔"(1۔کرنتھیوں 2 باب 8 آیت)۔

مسیح یسوع کا ردّ عمل فریسیوں کے لئے ایک انتباہ تھا کہ وہ ایک ایسی حد کو عبور کر رہے ہیں جس کے بعد اُنکے لئے کوئی اُمید باقی نہیں رہتی۔ اِس سے پہلے کہ وہ اِس کو عبور کرتے اُنکی جہالت کی بناء پر اُنکی مغفرت کے لئے دُعا کر سکتا تھا۔ لیکن اِس حد کو عبور کرنے کے بعد معافی کی کوئی گنجایش نہیں۔

مسیح کی زمینی زندگی کے دوران اُسکا جلال پوشیدہ تھا۔ لیکن جونہی روح القدس نے اُسے زندہ کیا اور خُدا کے بیٹے کے طور پر پیش کیا اُسکے بارے میں یہ کہنا کہ وہ روح القدس کی قدرت کی بجائے شیطان کی قدرت سے بدروحوں کو نکالتا ہے یہ بات حد کو عبور کرنے والی ہے۔

پس اگر کوئی روح القدس کی تنویر سے یقینی طور پر یہ جانتا ہے کہ مسیح خُدا کا بیٹا ہے اور اِس کے بعد بھی زبان سے یہ دعویٰ کرے کہ مسیح بدروح گرفتہ تھا تو وہ ناقابلِ معافی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ عبرانیوں کی کتاب اِس مسئلے کا خلاصہ یوں بیان کرتی ہے۔

"کیونکہ حق کی پہچان کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اور قربانی باقی نہیں رہی۔۔۔ تو خیال کرو کہ وہ شخص کس قدر زیادہ سزا کے لائق ٹھہریگا جس نے خُدا کے بیٹے کو پامال کیا اور عہد کے خون کو جس سے وہ پاک

ہوا تھا ناپاک جانا اور فضل کے روح کو بیعزت کیا"(عبرانیوں 10 باب 26 اور 29 آیات)

یوں روح القدس کے خلاف کفر میں اور مسیح کے خلاف کفر میں تفریق ختم ہو جاتی ہے جب کوئی مسیح کی شخصیت کو جانتا ہے۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایک مسیحی کی زندگی میں سب سے اہم کام جو روح القدس سر انجام دیتا ہے وہ اُس شخص کا اپنے گناہوں کو قبول کرنے کا عمل ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کو قبول کرنے میں روح القدس کا مقصد توبہ کی جانب ہماری رہنمائی کرنا ہے تاکہ معافی حاصل کر کے خُدا کی کامل رفاقت میں ہماری بحالی ہو۔

وہ جو اِس خوف کا شکار ہیں کہ کہیں انہوں نے ناقابلِ معافی گناہ تو نہیں کیا تو میں ایسے لوگوں سے اکثر کہتا ہوں کیا واقعی انہوں ایسا کیا ہے؟ اگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ کبھی بھی اِس سے پریشانی کا شکار نہ ہوتے۔ اُنکے دل پہلے سے سرکش اور سخت ہو جاتے اور اُنکے اندر اِس کے بارے میں کشمکش بھی نہ ہوتی۔ ایسے لوگ جو ناقابلِ معافی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اِس کے بارے میں تشویش کا شکار نہیں ہوتے۔ اور ایسے لوگ جو اِس گناہ کے بارے میں فکر مند ہیں کہ کہیں

انہوں نے خُدا کو رنجیدہ تو نہیں کیا تو پھر یہ در حقیقت اِس بات کی اہم گواہی ہے کہ وہ نا قابلِ معافی گناہ کی حالت میں نہیں ہیں۔

باب 4

پھر نیا بنانا ناممکن ہے

مسیحی برگشتہ ہو سکتے ہیں یا اپنی نجات کھو سکتے ہیں اِس سوال کے بارے میں بحث جلد یا بدیر عبرانیوں 6 باب کی طرف لے جاتی ہے۔ کیونکہ استقامت کے بارے میں متن مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔اِسی لئے ہم عبرانیوں 6 باب 1 تا 6 آیات کا بغور مشاہدہ کریں گے جہاں یوں لکھا ہے:

"پس آؤ مسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھائیں اور مردہ کاموں سے توبہ کرنے اور خُدا پر ایمان لانے کی۔اور بپتسموں اور ہاتھ رکھنے اور مردوں کے جی اُٹھنے اور ابدی عدالت کی تعلیم کی بنیاد دوبارہ نہ ڈالیں۔اور خُدا چاہے تو ہم یہی کریں گے۔ کیونکہ جن لوگوں کے دل ایک بار روشن ہو گئے اور وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے اور روح القدس میں شریک ہو گئے۔اور خُدا کے عمدہ کلام اور آیندہ جہان کی قوتوں کا ذائقہ لے چکے۔اگر وہ برگشتہ ہو جائیں تو اُنہیں توبہ کے لئے

پھر نیا بنانا ناممکن ہے اس لئے کہ وہ خُدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے علانیہ ذلیل کرتے ہیں۔"

یہ متن نہ صرف برگشتہ ہونے والوں کے بارے میں بات کرتا ہے بلکہ یہ برگشتہ ہونے سے پہلے ایسے لوگوں کی حالت کے بارے میں بھی وضاحت کرتا ہے۔اِس متن میں ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ کے لئے نیا بنانا ناممکن ہے۔اگر بائبل میں کوئی متن نا قابلِ معافی گناہ کے جرم کے بارے میں بیان کرتا ہے تو وہ عبرانیوں 6 باب ہے۔

یہ متن تفسیر کے لئے انتہائی مشکل یا پیچیدہ ہے۔ جزوی پیچیدگی کا تعلق اِس کتاب کے پس منظر کے بارے میں معلومات کا فقدان ہے جن میں حتیٰ کہ عبرانیوں کے خط کے مصنف کی شناخت تک شامل ہے جو اپنے سیاق وسباق میں ہماری تفہیم کے لئے مددگار ہوسکتی تھی۔بسااوقات کسی تصنیف کے مصنف کی پہچان ہمیں اُسکے قلم سے لکھے ہوئے متون کی تفہیم کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔

تاہم!بنیادی طور پر اِس سے زیادہ اہم بات تنبیہ کی ترغیب کے موقع کو جاننا ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ مصنف ایک بہت ہی سنجیدہ غلطی کے بارے میں فکر مند ہے جس میں اُسکے

قارئین مبتلا ہو رہے تھے لیکن ہمیں ٹھیک طور پر معلوم نہیں کہ وہ غلطی کیا تھی۔ بائبلی مفسرین اِس مسئلہ کے حل کی متعدد اور متبادل تجاویز پیش کرتے ہیں۔

اِن میں سے سب سے عام ایک تجویز یہ ہے کہ مصنف ایسے لوگوں سے مخاطب ہے جو شدید ایذارسانی کا شکار ہیں اور ایسے حالات میں وہ مسیح کے انکار جیسے خطرے سے دو چار ہیں۔ کیونکہ مصنف اپنے قارئین کی گناہ کے خلاف کشمکش کے بارے میں یوں کہتا ہے: "تم نے گناہ سے لڑنے میں اب تک ایسا مقابلہ نہیں کیا جس میں خون بہا ہو" (عبرانیوں 12 باب 4 آیت)

ابتدائی کلیسیا میں ایک سب سے سخت تنازعہ "نوویشنسٹ تنازعہ" (Novatianist Controversy) تھا۔ جو 250 عیسوی شہنشاہ ڈیسیس (Decius) کے دوَر میں ایذارسانی سے جنم لیتا ہے۔ جب اُسکے ظلم و ستم کا خاتمہ ہوا تو آبائے کلیسیا کو اِس سوال کا سامنا تھا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے جو اپنے ایمان سے دستبردار ہو گئے ہیں اور کس کو کلیسیا میں دوبارہ داخل کیا جائے؟ بہت سارے لوگوں نے اُن کی بحالی کی مخالفت کی جن میں روم میں ایک بشپ دعویدار "نوویشن" کے پیروکار بھی شامل تھے۔ اِس صورتِ حال میں آپ لوگوں کے جذبات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور ایمان پر

قائم رہنے کی وجہ سے آپ کے باپ کو جلادیا جاتاہے اور آپ کا ہمسایہ ایمان کاانکار کرکے ایسی صعوبت سے بچ نکلتاہے اور اِس ظلم و ستم کے بعد آپکاوہ ہمسایہ کلیسیائی رفاقت میں شامل ہونا چاہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شہدا کے خاندانوں کے لئے ایسے شخص کے ساتھ معاملات کرنا کتنا مشکل کام ہوگا۔اس صورتحال میں کلیسیا نے بڑے پیمانے پر معافی تلافی کے ذریعے ایسے لوگوں کو دوبارہ بحال کرنے کا فیصلہ کیا۔اِس لئے امکان یہ ہے کہ یہ متن ایسے لوگوں کے بارے میں بات کررہاہے جوایذارسانی میں دیدنی کلیسیا کو چھوڑ گئے لیکن حالات سازگار ہونے پر دوبارہ کلیسیامیں شریک ہوناچاہتے تھے۔

عبرانیوں کے اِس بیان سے متعلق ایک اور عمومی تجویز پہلی صدی کی سب سے مہلک بدعت شریعت پرستی سے تعلق رکھتی ہے۔اِس بدعت کے ماننے والے یہ تعلیم دیتے تھے کہ نئے عہد کے لوگوں کو پرانے عہدنامے کی تمام رسومات بالخصوص ختنے کو جاری رکھنا چاہیے۔نئے عہد نامے میں اِس بدعت کا بار بار ذکر ملتاہے جن میں سب سے زیادہ گلتیوں کے خط میں پایاگیاہے۔بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ متن مسیحیوں کو یہودی اطوار کو اپنانے سے منع کرتاہے اور یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ایسا کرنا مسیح کی موت اور قیامت کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

آیئے اِس حوالہ میں ایک دفعہ پھر دیکھتے ہیں کہ بحال نہ کیے جانے والوں کے بارے میں کیا کہا گیا ہے ؟ایسے لوگوں کے بارے میں یوں رقم ہے "جن کے دل ایک بار روشن ہو گئے اور وہ آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے اور رُوح القدس میں شریک ہو گئے۔اور خُدا کے عمدہ کلام اور آئندہ جہان کی قوتوں کا ذائقہ چکھ چکے۔"ایسی اصطلاحات کس قسم کے شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ سطعی طور پر دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ایک مسیح شخص کے بارے میں بات کر رہا ہے جو روحانی طور پر نئے سرے سے پیدا شدہ ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو پھر مصنف یہ کہہ رہا ہے کہ ایک حقیقی طور پر تبدیل شدہ شخص کے لئے برگشتہ ہونے کے بعد نجات کے لئے بحال ہونا ناممکن ہے۔

تاہم ایسی زبان ضروری طور پر ایک مستند تبدیل شدہ شخص کے لئے ہی اِستعمال نہیں ہو سکتی۔ایسی زبان ایک ایسے شخص کے لئے بھی استعمال ہو سکتی ہے جو کلیسیائی زندگی میں تو واضح طور پر شامل دکھائی دیتا ہو مگر وہ کبھی تبدیل ہوا ہی نہیں تھا۔جیسا کہ پرانے عہد نامے میں اِسرائیل کی مثال ہے اور نئے عہد نامے کی کلیسیا کو آگاسٹین "کارپس پر مکسٹم "(Corpus permixtum)یعنی ایک مخلوط بدن کہتا ہے۔جیسا کہ مسیح اِسے ایسا کھیت کہتا ہے جس میں

"گیہوں اور کڑوے دانے"یعنی ایماندار اور غیر ایماندار پائے جاتے ہیں(متی 13 باب 24تا 30آیات)

کڑوے دانے ایسے لوگ ہیں جو اگرچہ عہد کی جماعت میں شامل ہیں مگر وہ کبھی حقیقی طور پر تبدیل ہی نہیں ہوئے تھے۔ بائبل مقدس کلیسیا یعنی دیدنی عہد کی جماعت کے تعلق سے تین طرح کے لوگوں کے بارے میں بیان کرتی ہے۔ کلیسیا سے باہر غیر ایماندار لوگ، کلیسیا کے اندر وہ جو حقیقی طور پر تبدیل شدہ ہیں اور وہ جو غیر تبدیل شدہ ہیں۔ کیا ہم تیسری قسم کے اراکین کو کلیسیا میں شامل غیر ایماندار کہہ سکتے ہیں جن کے دل تو روشن ہو چکے ہیں؟جی ہاں !اِس حد تک کہ انہوں نے انجیل یعنی کلام کی منادی کو سُنا ہے۔وہ کسی ایسے دُور دراز کے علاقے میں نہیں جہاں مکاشفہ خاص کبھی پہنچا ہی نہیں۔وہ کلامِ مقدس کے سننے سے نُور کے فوائد سے مستفید ہو چکے ہیں۔"دل کے روشن ہو جانے"سے مراد لازمی طور پر کسی کا تبدیل ہونا مراد نہیں ہے۔

اگلے بیان یعنی "آسمانی بخشش کا مزہ چکھ چکے" کے بارے کیا کہیں گے؟ یہاں پر اِس سے مراد یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ آسمانی بخشش صرف تبدیل شدہ لوگوں کے لئے ہی دستیاب نہیں بلکہ غیر تبدیل شدہ لوگوں کے لئے بھی دستیاب ہے۔ مثال کے طور پر بخشش کا مماثل

بیابان میں اِسرائیل کو بہم پہنچایا گیا من بھی ہو سکتا ہے۔ تمام اِسرائیلیوں نے من جیسی بخشش کا مزہ چکھا لیکن اُن میں سے بعض ہمیشہ غیر تبدیل شدہ رہے۔ اِسی طرح نئے عہد نامے کی کلیسیا میں غیر ایماندار موجود ہونے کی وجہ سے وہ بھی عشائے ربانی حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے حقیقی معنوں میں آسمانی بخشش کو چکھا تو ضرور ہے لیکن وہ پھر میں غیر تبدیل شدہ رہتے ہیں۔

پھر "روح القدس میں شریک ہونے" سے کیا مراد ہے؟ یہ بیان تھوڑا اور مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہم روح القدس میں شریک ہونے کو نئے سرے سے پیدا ہونے والے اور روح سے معمور لوگوں کا تجربہ تصور کرتے ہیں۔ ایسی تفسیر متن کو سطحی طور پر پڑھنے کے مترادف ہو گی۔ لیکن وسیع تر تناظر میں ایسا شخص جو کلیسیائی زندگی میں شامل ہوتا ہے وہ عمومی معنوں میں روح القدس کی قدرت اور حضوری کے فوائد سے مستفید ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ روح القدس کلیسیا میں بسا ہوا اور کام کرتا ہے۔ ایسا شخص روح القدس کا مخصوص کام یعنی نئی پیدایش کو تو نہیں حاصل کرتا مگر خُدا کے اچھے کاموں کا ذائقہ چکھ چکا ہوتا ہے۔

متن کے مجموعی مفہوم کی جانب بڑھتے ہوئے بعض اِسے کلیسیا کے اندر ایسے لوگوں سے تعبیر کرتے ہیں جو حقیقی طور پر نئے سرے سے پیدا شدہ ہوتے ہیں لیکن بعد میں ایذا رسانی کی وجہ سے منحرف ہو کر انجیل کو مسترد کر دیتے ہیں اور یوں ایسے لوگوں کو دوبارہ بحال نہیں کیا جا

سکتا۔ دیگراِس کو شریعت پرستی جیسی بدعت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اگرچہ اِس متن سے شریعت پرستی کی بدعت کی تفسیر کا امکان زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلی تفسیر کے ساتھ کئی ایک مسائل ہیں ۔پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ پطرس نے بھی تب انجیل کو مسترد کیا تھا جب وہ یہودیوں جیسی ریاکاری کرتا تھا اُس کے اِس رویے سے اُس نے نجات کے لئے مسیح یسوع کے کام کو ردّ کیا (گلیتوں 2 باب 11 تا 14 آیات) لیکن وہ بحال کیا گیا۔اُس نے مسیح کا انکار کیا اور مسیح نے خود اُسے بحال کیا۔یوں پطرس ایسے لوگوں کی مثال ہے جو انجیل کو مسترد کرنے کے بعد بھی بحال ہوئے۔اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ متن کا اِس کے علاوہ کوئی اور مفہوم ہے۔

دوسری جانب عبرانیوں کا متن کہتا ہے کہ "اُنہیں توبہ کے لئے پھر نیا بنانا ناممکن ہے" (4 اور 6 آیات)۔لفظ "دوبارہ" اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اِس سے پہلے کم از کم ایک دفعہ توبہ کی گئی تھی۔اگر ہم توبہ کو نئے عہد نامے کے بیان کردہ معنوں میں سمجھیں جیسا کہ توبہ ہمارے اندر روح القدس کا کام ہے نہ کہ یہ کوئی خارجی فعل ہے۔اور اگر ہم اپنے علمِ الٰہی میں اصلاحی ہیں اور توبہ کو نئی پیدایش کا نتیجہ تصور کرتے ہیں نہ کہ توبہ کو نئی پیدایش کا سبب تو پھر ہم ایک سخت ترین مسئلہ سے دوچار ہوتے ہیں۔کیونکہ اصلاحی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حقیقی طور پر توبہ کرتا ہے تو وہ نئے سرے سے پیدا شدہ ہے اور ایک حقیقی ایماندار ہے۔

بے شک کوئی شخص حجت بھی پیش کر سکتا ہے کہ جھوٹی توبہ بھی تو موجود ہے اور عبرانیوں کا مصنف مثال کے طور پر عیؔسو کا ذکر کرتا ہے (عبرانیوں 12 باب 16 تا 17 آیات)۔اور اگر کسی نے ایک دفعہ جھوٹی توبہ کی ہے تو وہ دوبارہ بھی ایسا کر سکتا ہے ؟تو پھر اِس میں مصنف یہ نہیں کہے گا کہ اُنہیں توبہ کے لئے نیا بنانا ناممکن ہے کیونکہ اُنکی پہلی توبہ ہی جھوٹی تھی۔یوں مصنف یہاں پر حقیقی توبہ کی بات کر رہا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ ایک حقیقی طور پر نئے سرے سے پیدا ہونے والا شخص جو حقیقی توبہ کر چکا ہے اگر وہ منحرف ہو جاتا ہے تو اُسکی بحالی ناممکن ہے کیونکہ وہ خُدا کے بیٹے کو اپنی طرف سے دوبارہ مصلوب کر کے اعلانیہ ذلیل کرتا ہے۔مصنف ایمانداروں کو تاکید کی غرض سے یہ کہہ رہا ہے اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم ختم ہو جاؤ گے۔اگر تم اِس حد تک مرتد ہو جاتے ہو تو بحالی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہاں پر مناظراتی بحث ہو رہی ہے جو پورے نئے عہد نامے میں پائی جاتی ہے جسے "دلیلِ مہمل"(argumentum ad absurdum) کہتے ہیں۔اِس سے مراد ہے کہ آپ اپنے مقابل مناظر کے مقدمے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کیونکر سے سچا ہو سکتا اور آخر کار اس سے آپ یہ نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں کہ اُس کی حجت نامعقول ہے اور اُسکے

مقدمہ کی تردید کردی جاتی ہے۔ پولُس رسول ایسی ہی دلیل 1۔کرنتھیوں 15 باب میں مسیح کی قیامت کے تناظر میں پیش کرتا ہے۔

جب مصطبغ بدعت یعنی یہودی مائل مسیحیوں کی بات ہوتی ہے تو مسئلہ شریعت پرستی کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔اگر کوئی مسیحی جو ایمان کے ذریعے راستباز ٹھہرائے جانے کو مانتا ہے اور اِس کے بعد وہ شریعت کے اعمال یعنی ختنہ، عیدیں منانے اور کھانوں کے شرعی آئین کی پابندی کر کے اپنے آپ کو راستباز ٹھہرانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ شخص نجات نہیں حاصل کر سکتا کیونکہ اُس نے مسیح کو دوبارہ مصلوب کیا ہے۔ لیکن مسیح کو دوبارہ مصلوب کرنے سے کیا مراد ہے؟ مسیح صریحاً ایک ہی بار مصلوب ہوا۔جب مسیح مصلوب ہوا تو اُس نے اپنے اُپر پرانے عہد کی لعنت اُٹھالی۔اور جب کوئی شخص خُدا سے تعلق کے لئے شریعت پرستی کا رُخ کرتا ہے تو وہ صلیب پر مسیح کے کام کی تردید کرتا ہے جس نے دوسروں کی خاطر لعنت کو اپنے اُوپر لے لیا۔اُس نے مسیح کے عوضی کفارہ کے کام کو ردّ کردیا ہے اور وہ درحقیقت مسیح کی صلیبی اور واجب موت کو ردّ کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسیح کی موت کا سازشی قرار دیتا ہے۔ایسا شخص گناہ کی لعنت کو دوبارہ اپنے اُوپر لیتا ہے اور وہ نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

یوں عبرانیوں کے خط کا مصنف بھی اپنے مخالفین کے مقدمہ کی حمایت کو ظاہر کرنے کے لئے "دلیلِ مہمل" کا استعمال کرتا ہے۔ چونکہ شریعت پرست لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ رسمی شریعت کی تعمیل آج بھی لازم ہے اور بات یہ مسیح کے کام کی تردید اور نجات کے نقصان کی جانب لے جاتی ہے اِس لئے اُن کی دلیل کو ردّ کرنا چاہیے۔

مصنف بالفرض اور ممکنہ طور پر یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کر رہا ہے کہ ایسا کرنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک حقیقی طور پر تبدیل شدہ شخص کی صورت میں ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔ مصنف 9 آیت میں کہتا ہے "لیکن اے عزیزو! اگرچہ ہم یہ باتیں کہتے ہیں تو بھی تمہاری نسبت اِن سے بہتر اور نجات والی باتوں کا یقین کرتے ہیں۔" وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں یہ باتیں دلیل کی غرض سے لکھ رہا ہوں۔ وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ کس طرح اُس کے مخالفین کی تعلیم کسی شخص کو بے بنیاد نجات کی جانب لے جا سکتی۔ لیکن حقیقی ایمانداروں کے معاملہ میں یقین رکھتا ہے کہ وہ ثابت قدم رہیں گے: "تمہاری نسبت اِن سے بہتر اور نجات والی باتوں کا یقین کرتے ہیں" پس اِس حوالہ کو اِستقامت میں ہمارے اعتقاد کو کمزور یا ختم کرنے کی بجائے اِسے اور زیادہ مضبوط کرنا چاہیے۔

عبرانیوں کا مصنف اِس فصل یا حصہ کو ایک نصیحت کے ساتھ مکمل کرتا ہے۔ "اور ہم اِس بات کے آرزومند ہیں کہ تم میں ہر شخص پوری اُمید کے واسطے آخر تک اِسی طرح کوشش ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ تم سست نہ ہو جاؤ بلکہ اُنکی مانند بنو جو ایمان اور تحمل کے باعث وعدوں کے وارث ہوتے ہیں۔" (عبرانیوں 6 باب 11 تا 12 آیات)۔ یہ جانفشانی کا بُلاوہ ہے۔ مصنف اپنے مخالفین کو یاد دلا رہا ہے اگرچہ اُن کے پاس مستقبل کی اُمید ہے جس میں وہ مطمئن رہ سکتے ہیں لیکن نجات کے لئے جو اُمید اُنہیں خُدا نے بخشی ہے اِس سے اُنکو ایمان کی زندگی میں کاہل نہیں ہونا چاہیے۔ ابدی محافظت کی تعلیم کو نہ تو ہمیں سست بنانا چاہیے اور نہ ہی خُدا کی بادشاہی میں بڑھنے سے روکنا چاہیے۔ اِس کے برعکس ہمیں اور زیادہ اعتقاد اور سرگرمی سے اپنے ایمان پر قائم رہنا سکھانا چاہیے۔

باب 5

اِستقامت کی بخشش

ایمانداروں کی اِستقامت باآسانی غلط فہمی کا موجب بن سکتی ہے۔ہماری روزمرہ کی گفتگو میں ثابت قدمی کو ایسا عمل کہتے ہیں جو خاص کر ہم نے اپنی کوششوں سے سرانجام دیا ہو۔اگرچہ نیا عہد نامہ ہمیں ثابت قدم رہنے کے لئے کہتا ہے اور اکثر اِس کے لئے برداشت کرنے کا لفظ استعمال کرتا ہے جیسا کہ متی 24 باب 13 آیت میں: "مگر جو آخر تک برداشت کریگا وہ نجات پائیگا۔"ثابت قدمی پر غلط زور دینا اِستقامت کے تصور میں پیش کی جانے والی مرکزی سچائی کو سمجھنے میں غلطی کا سبب ہو سکتا ہے۔

اِستقامت کے نظریے کی وسیع تر تشریح کرنے والا عالمِ دین آگاسٹین از ہپو (Augustine of Hippo) تھا۔اُس نے "اِستقامت کی بخشش" کے لئے لاطینی اصطلاح سے "ڈونم پیرزورانٹے" (*donum perseverantiae*) اِستعمال کی۔اِس

اصطلاح سے اگسٹین کی مراد ایک مسیحی کی زندگی میں صرف انسانی کوشش کی بناء پر حاصل ہونے والی کامیابی نہیں تھی بلکہ ایک بخشش تھی۔ آگاسٹین نے یہ تعلیم دی کہ مسیحی زندگی کے آغاز کے بعد اگر کوئی آخر تک ثابت قدم رہتا ہے تو وہ خُدا کے فضل کی تاثیر سے رہتا ہے۔اِس وقت سے لیکر اِستقامت کو الٰہی فضل کی بخشش سے ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے انگریزی علمائے دین جب ایمانداروں کی اِستقامت پر بات کرتے ہیں تو وہ اِس کے لئے "ایمانداروں کے تحفظ" کے الفاظ کو ترجیح دیتے ہیں کہ خُدا اپنے لوگوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اگر میں اپنے اُوپر نظر کرتا ہوں تو میں اپنی مسیحی زندگی کا آغاز کرنے کے بعد جلال کی جانب اپنی صلاحیت پر بھروسہ کر سکتا تھا کیونکہ ہم نے دیکھا کہ مسیحی زندگی ایک کشمکش کا نام ہے۔ پولُس رسول اِسے روحانی جنگ کے طور پر بیان کرتا ہے یعنی مسیحی زندگی کے آغاز سے مراد جسم کی غلامی سے رہائی پانا اور ہمارے اندر روح القدس کا بسنا ہے۔ ایک دفعہ جب ہم مسیحی بن جاتے ہیں تو ایک بالکل مختلف زندگی کا آغاز کرتے ہیں جس میں ہم اپنی تقدیس کی تلاش میں مشغول رہتے ہیں (رومیوں 6 باب 17 تا 19 آیات)۔ لیکن جیسا کہ پولُس رسول کہتا ہے ہماری زندگیوں میں برقرار رہنے والی پرانی اور نئی انسانیت اور روحانیت اور نفسانیت کی طاقت کے

درمیان جنگ کا نشان ہے(رومیوں 7 باب 13 تا 25 آیات)۔تاہم اب ہماری زندگیوں میں ایک بخشش کا اضافہ ہو گیا ہے یعنی روح القدس کی حضوری اور قدرت کا۔

پولُس رسول فلپیوں کے ایمانداروں کو ڈرتے اور کانپتے ہوئے اپنی نجات کا کام کرنے کے لئے کہتا ہے(فلپیوں 2 باب 12 آیت)۔اِس جملے کا اِستعمال کرنے سے پولُس رسول ہمیں یہ نہیں کہتا کہ ہم اپنے کاموں سے نجات حاصل کرتے ہیں لیکن ہماری فرمانبرداری (اِس آیت کے پہلے حصے میں پولُس کی اپنے قارئین کی فرمانبرداری کی توصیف دیکھیں) ہماری تقدیس میں کردار ادا کرتی ہے اور جس کے نتیجے میں تقدیس ہماری اِستقامت میں کردار ادا کرتی ہے۔

یہ مشقت، جانفشانی اور کوشش کرنے کا واضح بُلاوہ ہے اور یہ بُلاوہ کوئی عام، نیم دلانہ یا متکبرانہ نہیں ہے۔"ڈرتے اور کانپتے" کا جملہ سنجیدگی اور مستعدی میں بڑھنے کی جانب ہماری توجہ مبذول کرواتا ہے جس کے لئے ہم خُدا کی بادشاہی میں بُلائے گئے ہیں۔جوناتھن ایڈوارڈز نے ایک دفعہ اپنے وعظ میں کہا تھا کہ خُدا کی بادشاہی ڈھونڈنا ایک مسیحی کا بنیادی اور اشد ضروری کام ہونا چاہیے۔ہمیں اِستقامت کی خاطر ممکنہ حد تک کام کرنے کے لئے بُلایا گیا ہے۔

اس نصیحت کے بعد کیا آیئے اِس آیت پر غور کریں: "کیونکہ جو تم میں نیت اور عمل دونوں کو اپنے نیک اِرادہ کو انجام دینے کے لئے پیدا کرتا ہے وہ خُدا ہے۔"(13 آیت)۔یہاں پر

ہم اِستقامت کے لئے نئے عہد نامے میں ایک مسیحی کی مشترکہ جدوجہد کی مثال دیکھ سکتے ہیں۔"سنرِ جزم"(Synergism) ایک ایسے کام کی طرف اشارہ کرتی ہے جو دو یا دو سے زائد اشخاص باہمی طور پر مل کر کرتے ہیں۔اِس کے برعکس"مونر جزم"(Monergism) مراد صرف ایک شخص کا طاقت اور کوشش کا اکیلے مظاہرہ کرنا ہے۔یہ دونوں الفاظ تواریخی علمِ الٰہیات میں ایک متناقص پس منظر رکھتے ہیں کیونکہ اصلاحی محققین اور خُدام اِس بات پر بار ہااِصرار کرتے آئے ہیں کہ ہماری نجات میں پہلا قدم اکیلے خُدا کا "مونر جسٹک" کام ہے۔اِس لئے اصلاحی علمائے دین اِس بات پر قائم ہیں کہ مسیحی زندگی کا آغاز نئی پیدایش سے ہوتا ہے جو روح القدس کا وہ کام ہے جس میں وہ ہمیں روحانی مردہ حالت سے مسیح میں زندہ کرتا ہے۔یہ روحانی قیامت سے کم نہیں اور اِس کام کو کسی آدمی کی کوشش کے بغیر صرف خُدا ہی سرانجام دیتا ہے۔یوں اصلاحی علمائے دین نئی پیدایش کے عمل کی وضاحت کے لئے "مونر جزم"یا"مونرِجسٹک" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔اِس کے نتیجہ میں بہت سارے لوگ جب یہ اصطلاحات سنتے ہیں تو وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ اصلاحی نقطہ نظریہ سیکھاتا ہے کہ تمام مسیحی زندگی مونرِجسٹک ہے۔

کیاآپ نے کبھی یہ اصطلاح سنی ہے "جانے دواور خُدا پر چھوڑدو'(Let go and let God)؟ عمومی مفہوم میں یہ ایک بالکل اچھا جملہ ہے۔کیونکہ بعض اوقات ہم اپنے اُوپر اِس قدر بھروسہ کرتے ہیں کہ خُدا پر بھروسا کرنے میں ناکام ہو جاتے۔لیکن یہ جملہ ایک طرح سے "خاموشیت"(Quietism)کا پروانہ بن جاتا ہے ۔یہ نظریہ کہتا ہے "اگر خُدا مجھے تبدیل کرنا چاہتا ہے اوراگر خُدا مجھے روحانیت میں نشوونما دینا چاہتا ہے تو یہ اُسی کا کام ہے اور میں روحانی طور پر اُسی قدر مستحکم ہوں جس قدر وہ مجھے بناتا ہے۔"جو شخص ایسا سوچتا ہے وہ پولُس کی نصیحت کو اپنے طریقے سے یوں لکھتا ہے:"یہ خُدا ہے جو مجھ میں نیت اور عمل دونوں پیدا کرتا ہے اِس لئے مجھے ڈرتے اور کانپتے ہوئے اپنی نجات کا کام نہیں کرنا چاہیے۔"

یہ تحریف کہلاتا ہے۔اِس حوالہ میں پولُس رسول ہمیں جانفشانی کرنے کے لئے کہتا ہے کیونکہ خُدا ہم میں اور ہمارے ساتھ کام کر رہا ہے اور اِستقامت کا سارہ عمل صرف اُسی کا کام نہیں بلکہ ہمارا بھی ہے۔میں کام کرنے کے لئے بُلایا گیا ہوں اور خُدا بھی کام کر رہا ہے۔آخری تجزیہ میں میری جانفشانی ثمر ور ہوتی کہ نہیں اِس کا انحصار "ڈونم پیرزوراینٹے "یعنی اِستقامت کی بخشش پر ہے کہ خُدا مجھے آخر تک محفوظ رکھتا ہے۔

چلیں ایک لمحے کے لئے فلپیوں کے خط میں پولُس کی تعلیم پر غور کرتے ہیں:

"میں جب کبھی تمہیں یاد کرتا ہوں تو اپنے خُدا کا شکر بجالاتا ہوں۔اور ہر ایک دُعا میں جو تمہارے لئے کرتا ہوں ہمیشہ خوشی کے ساتھ تم سب کے لئے کرتا ہوں۔اِس لئے کہ تم اوّل روز سے لے کر آج تک خوشخبری کے پھیلانے میں شریک رہے ہوں۔اور مجھے اِس بات کا بھروسا ہے کہ جس نے تم میں نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پورا کر دیگا۔"(فلپیوں 1 باب 3تا6 آیات)

یہاں پر پولُس رسول بھروسے کی بات کر رہا ہے کہ وہ اِس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے۔ یہ کونسی بات ہے جس نے پولُس رسول کے اندر یہ بھروسا پیدا کیا؟ وہ اِس بات کو نامعلوم یا اُدھورہ نہیں چھوڑتا۔ وہ آگے بڑھتا ہے اور لکھتا ہے کہ "وہ جس نے تم میں یہ نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دن تک پورا کر دیگا۔" یہاں پر ہمارا بھروسا اور محافظت خُدا ہے جس نے کسی شخص میں نجات کے کام کا آغاز کیا ہے۔ وہ اِس مخلصی کے کام کو بیکار ہونے نہیں دے گا۔ خُدا اپنے لوگوں میں مخلصی کا جو کام شروع کرتا ہے اُسے پورا کرتا ہے۔اِس بات سے پولُس میں بھروسا پیدا ہوتا ہے اور میرا خیال ہے کہ ہمارے بھروسے کی بھی اولین بنیاد یہی ہے۔

پولُس ہمارے بھروسے کے لئے افسیوں کے خط میں اِس کی وضاحت کرتا ہے۔وہ کہتا ہے: "اور اُسی میں تم پر بھی جب تم نے کلامِ حق کو سُنا جو تمہاری نجات کی خوشخبری ہے اور اُس پر ایمان لائے پاک موعودہ رُوح کی مہر لگی۔وہ خُدا کی ملکیت کی مخلصی کے لئے ہماری میراث کا بیعانہ ہے تاکہ اُسکے جلال کی ستایش ہو۔" (افسیوں 1 باب 13 تا 14 آیات)۔جس لفظ کا ترجمہ "مہر" کیا گیا ہے وہ قدیم دُنیا میں بادشاہوں کی ایسی مہر دار انگوٹھی کے لئے استعمال ہوتا تھا جس سے وہ دستاویزات کی تصدیق کیا کرتے تھے۔بادشاہ کی انگوٹھی پر ایک خاص نشان ہوتا تھا اور وہ اپنی انگوٹھی کو موم کی مہر پر دبا کر دستاویز پر مستقل نقش چھوڑ دیتا تھا جو اعلیٰ فرمان کے وعدے اور ضمانت کو ظاہر کرتا تھا۔پولُس رسول ایسا لفظ یہ کہنے کے لئے اِستعمال کرتا ہے کہ خُدا اپنے کلام کے وعدے سے ہر ایک مسیحی پر مہر کرتا ہے کہ ہمارا بھروسا اپنی جانفشانی پر نہ ہو بلکہ مستقبل میں ہماری مخلصی کے وعدے میں ہے جو خُدا نے ہم سے کیا ہے۔وہ اِس وعدے پر روح القدس کے دینے سے مہر لگاتا ہے جو ہر ایک ایماندار کے اندر خُدا کی پوری مخلصی کی موجودہ اور شخصی حضوری کی تصدیق ہے۔

پولُس رسول کہتا ہے کہ روح القدس خُدا کی ملکیت کی مخلصی کے لئے ہماری میراث کا بیعانہ ہے تاکہ اُسکے جلال کی ستایش ہو (14 آیت)۔اس لفظ کو "ضمانت" یا "بیعانہ" بھی لکھا جا

تا ہے۔جب کوئی شخص گھر خرید تا ہے تو مختلف ریاستوں میں اُسے نا قابلِ واپسی کچھ پیسہ جمع کروانا ہوتا ہے جسے "زرِ بیعانہ" کہا جاتا ہے۔ جمع کروایا ہوا یہ پیسہ خریدار کی ضمانت ہوتی ہے کہ وہ گھر کی بقیہ رقم جمع کرا کر لین دین کو پورا مکمل کریگا۔اِس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خریدنے کے اِس سارے عمل میں سنجیدہ اور دیانتدار ہے۔ پولُس رسول اس تجارتی زبان کا اِستعمال کر کے یہ کہتا ہے کہ روح القدس اِس بات کی ضمانت یا بیعانہ ہے کہ ہم آخر کار اور حتمی طور پر مخلصی حاصل کریں گے۔اور جب روحِ حق مستقبل کے عہد کی ضمانت دیتی ہے تو وہ اِس کی مطلق طور پر ضامن ہے اور یہ ٹوٹ نہیں سکتا۔

بائبل میں سے ایک سب سے پسند کی جانے والی آیت رومیوں 8 باب 28 آیت ہے جس میں خُدا کے طرف سے ہم سے انمول عہد کیا گیا ہے۔:"اور ہم کو معلوم ہے کہ سب چیزیں مل کر خُدا سے محبت کرنے والوں کے لئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی اُنکے لئے جو خُدا کے اِرادہ کے موافق بُلائے گئے۔"اِس آیت کے بعد عمومی طور کہلانے والی "نجات کی سنہری زنجیر" آتی ہے:"کیونکہ جن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مقرر بھی کیا کہ اُس کے بیٹے کے ہم شکل ہوں تاکہ وہ بہت سے بھائیوں میں پہلوٹھا ٹھہرے۔اور جن کو اُس نے پہلے سے مقرر کیا اُن کو بُلایا بھی اور جن کو بُلایا اُن کو راست باز بھی ٹھہرایا اور جن کو راست باز ٹھہرایا اُن کو جلال بھی

بخشا۔"(29تا30آیات)۔یہ حوالہ ایک محذوف بیان ہے:اِس بیان میں ایک لفظ فرض کیا گیا ہے جو اِس میں شامل نہیں ہے اور وہ لفظ "سب" ہے۔وہ سب جنکو مقرر کیا گیا اُنکو بُلایا بھی گیا ۔اُن میں سے صرف سے چند کو نہیں۔وہ سب جن کو بُلایا گیا اُنکو راستباز بھی ٹھہرایا گیا اور وہ سب جنکو راستباز ٹھہرایا گیا اُنکو جلال بھی بخشا۔جلال پانے سے مراد اپنی نجات کی مکمل اور حتمی تکمیل میں داخل ہونا ہے۔یہ اُن وعدوں میں سے ایک ہے تاکہ ہم اِستقامت کی بخشش کا اعتقاد حاصل کریں۔

باب 6

نفسانی مسیحی

میں ایک مشہور یوتھ منسٹری کے عملہ اور رضاکاروں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اُن دِنوں نوجوان مبشر ایک مخصوص محاورہ استعمال کرتے تھے جو "علمِ الٰہی باقاعدہ" کی فاصل کتب کے اوراق میں نہیں ملتا یعنی "ٹیوب اِٹ" (tube it)۔ میں نے پہلی دفعہ یہ محاورہ اُس وقت سُنا جب ایک سٹاف ممبر میرے پاِس آ کر کہنے لگا کہ ڈاکٹر سپرول کیا وجہ ہے کہ ہمارے بہت سارے نوجوان "ٹیوب اِٹ" کرتے جا رہے ہیں۔ مجھے اِس محاورے کا مفہوم معلوم نہیں تھا۔ لیکن اُس نے اِس کی یوں وضاحت کی کہ اکثر ایسے نوجوان جو اِس منسٹری سے متعارف کرائے جاتے ہیں وہ آغاز میں تو بڑی گرمجوشی سے ہمارے پروگراموں میں شرکت کرتے اور مسیحی ایمان کا اقرار کرتے ہیں مگر کچھ عرصہ بعد وہ "ٹیوب اِب" کر جاتے ہیں مراد کہ اُن کا ایمان نالی میں سے نیچے بہہ جاتا ہے۔

ایک بشارتی میٹنگ میں لوگ حقیقی تبدل کے بغیر دیگر کئی وجوہات کی بناء پر اپنی نشست پر کھڑے ہو کر یا آگے جا کر ایمان کا اقرار کر سکتے ہیں۔ چونکہ ہم لوگوں کے دلوں کا حال جاننے کے قابل نہیں ہیں اِس لئے ہمیں معلوم نہیں کہ اُنکا اقرار سچا ہے یا نہیں۔ ہم ظاہری چیزوں اور شہادتوں کی بنیاد پر کام کرتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ لوگوں کے دلوں میں کیا چل رہا ہے۔

یہوداہ (اسکریوتی) پر غور کریں۔ وہ مسیح کے شاگردوں کے اندرونی حلقے اور مسیح کے حیرت انگیز کاموں کا عینی شاہد تھا اور مکتبِ مسیح کا طالبعلم بھی تھا، اور برسوں تک مسیح کی کلاس میں زیر تعلیم رہا۔ اُسے تنظیم میں خزانچی کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔ مگر یہوداہ نے اِس سب کو نالی میں بہادیا۔ درحقیقت یہ کہنا کہ یہوداہ نے اِسے نالی میں بہادیا یہ امر اِس بات کو غیر اہم بنانے کے مترادف ہوگا۔ تاہم مسیح یہوداہ کو ہلاکت کا فرزند کہہ کر پکارتا ہے یعنی ایسا شخص جو پہلے دن سے غیر تبدیل یافتہ تھا (یوحنا 17 باب 12 آیت)۔ یہوداہ کے ایمان کا اقرار جعلی اور جھوٹا تھا یعنی اُس کا ایمان اصلی اور مستند نہ تھا۔

یہ مسئلہ بشارتی اور یوتھ منسٹریز کا ہی نہیں بلکہ یہ مسئلہ پوری کلیسیا کے ساتھ بھی ہے۔ نتیجتاً ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں ہمیں اُس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک طرف تو ہم کسی کے ایمان کے اقرار کی توثیق کرتے مگر ہم اُس شخص کے حقیقی تبدل کی تصدیق نہیں کر سکتے۔

معروف مسیحیت میں اختراعی نظریے کا نمودار ہونا ایک متعلقہ تشکیل ہے۔تاریخی اعتبار سے یہ تصور "ادواریت کے علمِ الٰہی "سے منسلک کیا جاتا تھا۔یہ نظریہ 1980 کی دہائی میں "نجاتِ خداوندیت"(Lordship Salvation)کے تنازعہ کے دوران وقوع پذیر ہوا جو نظریہ ادواریت کے حامیوں کے مابین ایک داخلی مباحثہ تھا۔ایک گروہ نے اِس بات پر زور دیا کہ ہم صرف ایمان سے بچائے جاتے ہیں نہ کہ ایمان کے ساتھ توبہ کے اضافے سے۔اِس لئے یہ ممکن ہے کہ ہم مسیح کو منجی تو قبول کرلیں مگر خداوند کے طور پر نہیں۔دوسری جانب کے لوگوں نے استدلال پیش کیا کہ ایمان اور توبہ ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔

دونوں اطراف کے لوگوں نے اِس بات سے اتفاق کیا کہ ہر ایک جو مسیح پر ایمان لاتا ہے اُسے بطور منجی اور خُداوند مسیح کا بھروسہ کرنا چاہیے۔اور ہر ایک ایماندار کو اپنی نجات کا پھل اور مسیح کی فرمانبرداری کے کام پیش کرنے ہونگے۔پھراِس مسئلہ نے جنم لیا کہ آیا مسیح کو خداوند قبول کیے بغیر فرمانبرداری کے کام کر کے نجات پانا ممکن ہے۔ایسا شخص جو مسیح کو خُداوند قبول کیے بغیر نجات پاتا ہے اُسے ہم "نفسانی مسیحی" کہہ سکتے ہیں۔

اِس تنازعہ کا نتیجہ مسیحیوں کے درمیان مختلف اقسام کی صورت میں نکلا۔ان اقسام کو بہت سالوں تک کیمپس کروسیڈ فار کرائسٹ نے ایک معروف بشارتی کتابچہ میں شائع کیا۔اِس میں

مسیحیوں کی تین اقسام کو تصویر ی خاکوں میں بیان کیا گیا ہے جو ایک قطار میں تین دائرے ہیں۔ہر ایک دائرہ مخصوص قسم کے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے۔اور ہر ایک دائرے کے درمیان میں کرسی کی ایک تصویر ہے جو کسی شخص کی زندگی کے تخت یعنی اختیار کی کرسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پہلے دائرے کی نہایت بائیں جانب کرسی پر "ایس"(S) کا حرف ہے جو "نفس"(Self) کے معنی بیان کرتا ہے۔یہ ایک غیر تبدیل شدہ شخص کی اَناپرستی کو ظاہر کرتا ہے۔یہ وہ شخص ہے جس نے مسیح کو قبول نہیں کیااور نہ وہ کسی طرح سے بھی اپنے آپ کواُس کے سپرد کرتا ہے ۔اِس دائرہ کے باہر صلیب کا نشان ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اِس شخص کی زندگی میں " جسم، نفس "کا تسلط ہے۔ برگشتہ انسانی فطرت کااِس پر اختیار ہے اور مسیح اِس شخص کی زندگی میں نہیں ہے۔

تیسرا دائرہ جو نہایت دائیں جانب ہے اُس میں مسیح ،صلیب اور تخت ہے۔یہ ایک روح سے معمور زندگی ہے۔اِس شخص کی زندگی میں مسیح مرکزی حیثیت اختیار رکھتا ہے۔یہ شخص ایک بالغ مسیحی کو پیش کرتا ہے جس نے بلوغت پاکر نہ صرف مسیح کو منجی قبول کیا ہے بلکہ اپنا خُداوند بھی۔

درمیانی دائرہ ایک عجیب چھوٹی سی تصویر پیش کرتا ہے۔اِس کے درمیان میں کرسی ہے جس پر "ایس"(S) کا حرف یعنی اپنا نفس ہے اور صلیب اِس کرسی کے نیچے ہے۔یہ خاکہ اِس بات کی تصویر کشی کرتا ہے کہ اِس شخص کی زندگی میں مسیح تو ہے لیکن وہ زندگی کے تخت پر نہیں بلکہ جسم یا نفس پر تخت نشین ہے۔یوں اِس شخص کو نفسانی مسیحی کہا گیا ہے۔نفسانی مسیحی ایسا شخص ہے جو ہے تو مسیحی مگر اُسکی زندگی پر ابھی بھی نفسانیت کا تسلط ہے۔

نفسانیت کا یہ تصور بائبلی طور پر کہاں سے آیا ہے؟اِس کی بائبلی تصدیق یہ ہے کہ نیا عہد نامہ نفسانی مسیحیوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔1۔کرنتھیوں 3 باب میں پولُس رسول کرنتھیوں کے مسیحیوں کو تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے:"اور اے بھائیو! میں تم سے اُس طرح کلام نہ کر سکا جس طرح روحانیوں سے بلکہ جیسے جسمانیوں سے اور اُن سے جو مسیح میں بچے ہیں ۔میں نے تمہیں دودھ پلایا اور کھانا نہ کھلایا کیونکہ تم میں اُس کی برداشت نہ تھی بلکہ اب بھی نہیں۔کیونکہ ابھی تک جسمانی ہو۔اِس لئے کہ جب تم میں حسد اور جھگڑا ہے تو کیا تم جسمانی نہ ہوئے اور انسانی طریق پر نہ چلے؟اِس لئے کہ جب ایک کہتا ہے میں پولُس کا ہوں اور دوسرا کہتا ہے میں اپلوس کا ہوں تو کیا تم انسان نہ ہوئے اپلوس کیا چیز ہے؟اور پولُس کیا؟(1تا4آیات)

پولُس واضح طور پر ایسے لوگوں سے مخاطب ہے جن کو وہ ایماندار تصور کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اُنکو بھائی کہہ کر پکارتا ہے تاہم وہ اُنکو جسمانی بیان کرتا ہے اور یہ نفسانی ہے۔ نہ صرف پولُس رسول کرنتھیوں کے ایمانداروں کو نفسانی بیان کرتا ہے بلکہ وہ رومیوں 7 باب میں اپنے کو اُس وقت جسمانی کہتا ہے جب وہ اپنی تقدیس کی جدوجہد کا ذکر کرتا ہے: "۔۔۔ میں جسمانی اور گناہ کے ہاتھ بِکا ہوا ہوں۔" (14 آیت)۔ یہ سب اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نفسانی مسیحی شاید ایک مفید اور بائبلی تعریف ہے یعنی بعض قسم کے مسیحیوں کے بارے میں اندازِ گفتگو۔

"نفسانی" یا "جسمانی" کی توضیح نئے عہد نامے میں بار بار پائی جاتی ہے۔ ہم نے پہلے دیکھا کہ پولُس رسول مسیحی زندگی کی جدوجہد کو روح اور جسم کے درمیان جنگ قرار دیتا ہے۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بالکل یہی جسم کی تشبیہ نئے عہد نامے میں غیر ایمانداروں کی حالت کو بیان کرنے کے لئے بھی بارہا استعمال کی گئی ہے۔ ایک غیر ایماندار خالص نفسانی ہے۔ اِسی وجہ سے مسیح کہتا ہے تم جب تک نئے سرے پیدا نہ ہو خُدا کی بادشاہی کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ جو جسم سے پیدا ہوا ہے وہ جسمانی ہے اور فطری طور پر جسمانی اور برگشتہ ہیں۔ جو شخص نئے سرے پیدا نہیں ہوا وہ جسم اور روح کی جنگ میں بھی شریک نہیں ہے۔ وہ مکمل طور پر جسم میں ہے اور مکمل طور پر جسمانی ہے۔

اِن امتیازات کی بناپر ہم شاید یہ خیال کریں کہ اُس کتابچہ کے خاکہ کے اندر تصور یہ ہے کہ وہ شخص ابھی بالکل جسمانی نہیں کیونکہ مسیح اُس کی زندگی میں ہے۔اِس کی بجائے اِس میں یہ بات کی گئی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں: غیر ایماندار، ناپختہ ایماندار اور پختہ ایماندار۔ یہ مکمل طور پر جائز امتیاز ہے کیونکہ پولُس 1 کرنتھیوں 3 باب میں بھی یہی کہہ رہا ہے جب وہ کرنتھیوں کے مسیحیوں کو جسمانی کہتا ہے۔ وہ اُنکو جسمانی اِس لئے کہہ رہا ہے کیونکہ وہ ابھی بچے ہیں اور اُنکا عملی رویہ ان کے اندر پختگی جو روح القدس کے پھل سے پیدا ہوتی اُس سے بڑھ کر جسم کے کاموں کا مظہر ہے۔

لیکن نئے عہد نامے کا تصور یہ ہے کہ اِس زندگی میں کوئی شخص بھی نہ تو مکمل طور پر روحانی ہے اور نہ ہی کوئی حقیقی مسیحی مکمل طور پر اِس دُنیا میں جسمانی ہے۔اور جب ہم نفسانی مسیحی کی بات کرتے ہیں تو اگر ہماری اِس سے مراد ناپختہ مسیحی ہے تو پھر سب ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ہماری اِس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کو اپنا منجی تو قبول کر چکے ہیں مگر اپنا خداوند نہیں اور نفس جن کی زندگی پر ابھی بھی مسلط ہے اور حکمرانی کرتا ہے۔تو پھر ہم ایک غیر تبدیل شدہ کی بات کر رہے ہیں جو کلیسیا میں مسیح کی رفاقت کے آس پاِس ہے اور مسیح کا اقرار تو کر رہا ہے لیکن

وہ حقیقی مسیحی نہیں۔ مکمل نفسانیت کے معنوں میں نفسانی مسیحی کا وجود ایک صنعتِ تضاد ہے۔ مکمل نفسانی مسیحی کا وجود نہیں ہے جیسے کوئی مکمل روحانی مسیحی نہیں ہے۔

میری خواہش ہے کہ کاش میں ایمانی طفولیت سے بلوغت کے عمل کو اور زیادہ آسان طریقے سے بتا سکتا۔ پولُس رسول ہماری پرورش اور تربیت کی ضرورت پر بات کرتا ہے۔ وہ بچوں کے لئے دودھ کی غذا کی تشبیہ کو استعمال کرتا ہے کیونکہ وہ ابھی ٹھوس غذا نہیں کھا سکتے۔

روحانی بلوغت کے لئے وقت درکار ہے۔ لیکن ایک خطرناک چیز یہ ہے کہ جب ہم سنتے ہیں کہ لوگ کلیسیا میں دس یا پندرہ سال سے ہیں اور ابھی بھی دودھ پی رہے ہیں۔ اور یہی بات تھی جو پولُس رسول کو کرنتھیوں کی کلیسیا کے نام لکھے خط میں پریشان کر رہی تھی ۔ اُن کی شیر خوارگی کا دورانیہ بہت طویل تھا اور اب وہ اُن کو خُدا کے کلام کی ٹھوس خوراک کھانے اور انجیل کے گوشت کو چبانے کے لئے کہہ رہا تھا جو مسیح میں اِستقامت کی ساری زندگی حصہ ہے۔

باب 7

ہمارا بڑا سردار کاہن

ہم میں سے بہت سارے لوگ کسی دوست یا پاسٹر کی شفاعتی دُعا میں تسلی پاتے ہیں۔ تو پھر اِس بات سے کس قدر زیادہ بھروسے کا تجربہ کر سکتے کہ مسیح ہمارے لئے دُعا کر رہا ہے؟ کیا کبھی لوگوں نے آپ سے کہا: "میرے لئے دُعا کرو" اور آپ نے کہا "یقیناً میں آپ کے لئے دُعا کرونگا" اور اِس کے بعد آپ بھول گئے۔ میں اپنی زندگی میں ایسا جانتا ہوں کہ میں نے لوگوں سے کہا کہ میں اُنکے لئے دُعا کرونگا اور میں بھول گیا۔ اگر بعد میں مجھے کسی موقع پر یاد آیا تو میں نے اُن کے لئے دُعا کی۔ مگر ہم اکثر ایسا خطا کی ڈر سے کرتے ہیں کہ اگر اُس شخص نے کبھی پوچھ ہی لیا کہ آپ نے میرے لئے دُعا کی تھی کہ نہیں تو میں یہ کہہ سکوں کہ میں نے ایسا کیا تھا۔

شفاعتی دُعا تسلی بخش ہے۔ لیکن ہم انسان ہوتے ہوئے ہمیشہ اپنے وعدوں پر پورا نہیں اُترتے۔ لیکن مسیح کے ساتھ ایسا نہیں۔ نیا عہد نامہ اُسے ہمارا بڑا سردار کاہن کہتا ہے۔ ہمارے بڑے سردار کاہن ہونے کے ناطے اُس نے اپنی کامل قربانی گذرانی لیکن اُس کی کہانت کا کام صلیب پر موقوف نہیں ہو جاتا۔ اپنے باپ کی حضوری میں ہر روز مسیح اپنے لوگوں کی شفاعت کرتا ہے۔ (عبرانیوں 7 باب 25 آیت)۔ جیسا کہ یعقوب بتاتا ہے کہ ایک راستباز کی دُعا میں بڑا اثر ہوتا ہے (یعقوب 5 باب 16 آیت) لیکن کوئی دُعا بھی مسیح کی دُعا جتنی تاثیر نہیں رکھتی۔

ہماری اِستقامت کے تعلق سے ہمارے بڑے سردار کاہن کی شفاعت ہمارے بھروسے کی بنیاد ہے۔ یہ ہمیں ایک خطرناک برگشتگی کا شکار ہونے والے پطرس اور یہوداہ کے واقعہ کی تفہیم بھی بخشتی ہے۔ جہاں ایک شاگرد کی مسیح سے برگشتگی کو اُسکے آخری اور حتمی انحراف کے طور دیکھا جاتا ہے جبکہ دوسرے شاگرد کی برگشتگی آخری اور حتمی نہیں کیونکہ وہ بحال کیا جاتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کے خلاف اُن کا جُرم ایک جیسا ہے۔ یہوداہ نے مسیح سے دھوکہ دہی کی اور اُسی رات پطرس نے مسیح کا انکار کیا۔

یہ دونوں شاگرد جو مسیح کی زمینی خدمت میں اُسکے ساتھ تھے انہوں نے تاریک ترین گھڑی میں اُسکے ساتھ غداری کی۔ اِن دونوں کے درمیان مذید مماثلت کی مثالیں یہ ہیں کہ مسیح

نے پطرس اور یہوداہ دونوں کے شیطانی افعال کی پشینگوئی تھی۔ ہمیں یاد ہے کہ جب مسیح نے کہا تھا کہ ؛"تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا تو اُسکے شاگردوں میں سے ہر ایک نے کہا" اے خداوند کیا میں ہوں ؟(متی 25 باب 26 آیت)۔ یہوداہ کے ساتھ یسوع مسیح کے آخری الفاظ کا تبادلہ یہ تھا"۔۔۔ جو کچھ تُو کرتا ہے جلد کرلے۔"(یوحنا 13 باب 27 آیت)اِس کے بعد یہوداہ مسیح کے پاس سے باہر چلا گیا۔

جب مسیح نے یہ نبوت کی کہ پطرس اُسکا انکار کرے گا تو پطرس نے اِس کا بڑا احتجاج کیا اور کہا"۔۔۔ گو سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں لیکن میں کبھی ٹھوکر نہ کھاونگا۔"(متی 26 باب 33 آیت)۔ یہ بات پولُس کی نصیحت کی یاد دہانی کراتی ہے "پس جو کوئی اپنے آپ کو قائم سمجھتا ہے وہ خبردار رہے کہ گر نہ پڑے۔"(1 کرنتھیوں 10 باب 12 آیت)۔ پطرس کے احتجاج کے بعد مسیح اُس سے بڑے پیار سے کہتا ہے : شمعون! شمعون! دیکھ شیطان نے تم لوگوں کو مانگ لیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے۔"(لوقا 22 باب 31 آیت)

گیہوں کو چھاننا ایسا پُر مشقت کام نہیں کہ اُسے صرف ایک طاقتور شخص ہی کر سکتا ہے۔ شاید اِس کے لئے وقت درکار ہو اور شاید یہ اُکتا دینے والا کام ہو لیکن اِس میں شدید محنت کا کام نہیں۔ اِس اِستعارے کے اِستعمال سے یسوع شمعون کو خبردار کر رہا ہے کہ وہ اپنی قوت پر

توّکل نہ کرے کیونکہ شیطان کے لئے اُسے برگشتگی کے لئے ورغلانا آسان کام ہوگا۔ شیطان پطرس سے مضبوط ہے اور اُسے پطرس کو شکست دینے میں کوئی مشکل نہ ہوگی چاہے پطرس اپنے آپ کو کتنا ہی مضبوط تصور کیوں نہ کرے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ مسیح نے پطرس سے یہ نہیں کہا تھا کہ "جو کچھ تُو کرتا ہے جلد کر لے" پطرس سے مخاطب ہوتے وقت ہمارے خداوند کے الفاظ نمایاں طور پر یہوداہ سے کہے گئے الفاظ سے مختلف تھے۔ اُس نے پطرس سے کہا تھا "لیکن میں نے تیرے لئے دُعا کی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے اور جب تو رجوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبوط کرنا۔" (لُوقا 22 باب 32 آیت)۔

اِس بات پر غور کریں کہ مسیح نے پطرس سے کیا نہیں کہا تھا۔ مسیح نے سادگی سے یہ اُمید ظاہر نہیں کی تھی کہ پطرس شیطان کا مقابلہ کرنے کے لائق ہوگا یا وہ رجوع لائے گا اور اپنے بھائیوں کو مضبوط کریگا۔ اُس نے اِس یقین کا اظہار کیا تھا کہ پطرس یہ باتیں کریگا۔ مسیح کے ذہن میں اِس بارے میں قطعی شک نہیں تھا کہ نہ صرف پطرس غیر معمولی طور پر اُس کا انکار کریگا بلکہ پطرس بحال بھی کیا جائے گا۔ در حقیقت تاریخ شاہد ہے کہ پطرس اپنی شدید برگشتگی کے باوجود آخر تک قائم رہا۔ اُس نے توبہ کی، اُسے معافی ملی، وہ بحال ہوا اور اُس نے آخر تک برداشت کی۔

نئے عہد نامے کی بقیہ تعلیم اِن الفاظ کے درمیان ایک عمومی تعلق کی طرف اشارہ کرتی ہے: "میں نے تیرے لئے دُعا کی ہےاور جب تُو رجوع کرے۔" مسیح یسوع ہمارا بڑا سردار کاہن ہے جو اپنے صعود پر خُدا کے داہنے ہاتھ جا بیٹھا۔ وہاں وہ اپنے لوگوں کے لئے شفاعت کرتا ہے۔

جب ابدی محافظت کی بات ہوتی ہے تو ہمارا سب سے بڑا تصفیہ ہماری خاطر مسیح کے موجودہ (شفاعتی) کام پر مکمل بھروسے سے نکلتا ہے۔ جب مسیح صلیب پر موا اُس نے پکار کر کہا "تمام ہوا" (یوحنا 19 باب 30 آیت) اُس کی جان کے کفارے نے اُسکے لوگوں کے لئے مخلصی خریدی مگر مسیح کا مخلصی کا کام صلیب پر ختم نہیں ہوا۔ اپنی موت کے بعد ہماری تصدیق یا ہمیں راستباز ٹھہرائے جانے کے لئے وہ زندہ ہوا۔ اِس کے بعد آسمان پر چڑھ گیا جہاں وہ خُدا کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ وہاں سے وہ بحیثیتِ بادشاہوں کا بادشاہ اور خُداوندوں کا خداوند پوری کائنات اور کلیسیا پر حکومت کرتا ہے۔ یہ سب مسیح کے نجات بخش کام کی تکمیل کے زمرے میں آتا ہے۔

ہم مسیح کی شفاعت کی ایک جھلک یوحنا 13 تا 17 ابواب میں بالا خانہ کے بیان میں دیکھتے ہیں اور بالخصوص یوحنا 17 باب میں مسیح کی کہانتی دُعا میں۔ اِس بیان میں مسیح اپنے شاگردوں کو

تعلیم دیتااور اُنکو تسلی دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ تاریک ترین گھڑی میں داخل ہونے والے ہیں تو یسوع اُنکی پریشانی کے لئے یہ کہہ کر محافظت کا سامان کرتا ہے:

"تمہارا دل نہ گھبرائے۔ تم خُدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہہ دیتا کیونکہ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اگر میں جا کر تمہارے لئے جگہ تیار کروں گا تو پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لے لونگا تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو۔" (یوحنا 14 باب 1 تا 3 آیات)

جب خُداوند کہتا ہے کہ میں جاتا ہوں اور شاگردوں کے لئے جگہ تیار کرتا ہوں تو وہ کسی ایسی جگہ کی بابت بات کر رہا ہے جو اُسی وقت کرنے نہیں جا رہا تھا بلکہ مستقبل میں کسی نقطہ پر کریگا۔ شاگردوں سے صلیب کے بارے میں بات کرنے کی بجائے وہ اِس سے پرے اپنے صعود کی بابت بات کرتا ہے جہاں سے وہ آسمانی ہیکل میں داخل ہو کر اپنے لوگوں کے لئے جگہ تیار کرے گا۔ اور بعد میں دوبارہ واپس آکر اپنے لوگوں کو جمع کریگا۔ نیا عہد نامہ اکثر مسیح اور اُسکی دلہن یعنی خُدا کے حقیقی لوگوں کی مخلصی کی تکمیل کے بارے میں آخری جلالی ملاپ کے تعلق سے بات کرتا ہے۔ اِسی بیان کے تناظر میں مسیح کی اعلیٰ دُعائے کہانت میں یوں پڑھتے ہیں:

"یسوع نے یہ باتیں کہیں اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا کہ اے باپ ! وہ گھڑی آپہنچی۔اپنے بیٹے کا جلال ظاہر کرتا کہ بیٹا تیرا جلال ظاہر کرے۔چنانچہ تُونے اُسے ہر بشر پر اختیار دیاہے تاکہ جنہیں تُونے اُسے بخشا ہے وہ اُن سب کو وہ ہمیشہ کی زندگی دے۔اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحداور برحق کواور یسوع مسیح کو جسے تُونے بھیجاہے جانیں۔جو کام تُونے مجھے کرنے کو دیااُس کو تمام کرکے میں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کیا۔اور اب اے باپ !تُو اُس جلال سے جو میں دُنیا کی پیدائش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا مجھے اپنے ساتھ جلالی بنادے۔میں نے تیرا نام اُن آدمیوں پر ظاہر کیا جنہیں تُونے دُنیا میں مجھے دیا۔وہ تیرے تھے اور تُونے اُنہیں مجھے دیااور اُنہوں نے تیرے کلام پر عمل کیاہے۔اب وہ جان گئے کہ جو کچھ تُونے مجھے دیاہے وہ سب تیری ہی طرف سے ہے۔کیونکہ جو کلام تُونے مجھے پہنچایاوہ میں نے اُنکو پہنچادیااور اُنہوں نے اُس کو قبول کیااور سچ جان لیاکہ میں تیری طرف سے نکلاہوں اور وہ ایمان لائے کہ تُو ہی نے مجھے بھیجا ہے ۔میں اُنکے لئے درخواست کرتا ہوں میں دُنیا کے لئے درخواست نہیں کرتابلکہ اُنکے لئے جنہیں تُونے مجھے دیا کیونکہ وہ تیرے ہیں۔اور جو کچھ میرا ہے وہ سب تیرا ہے اور جو تیرا ہے وہ میرا اور اِن سے میرا جلال ظاہر ہوا ہے۔میں آگے کو دُنیا میں نہ ہونگا مگر یہ دُنیا میں ہیں اور میں تیرے پاس آتاہوں۔اے قدوس باپ ! اپنے اُس نام کے وسیلہ

سے جو تُو نے مجھے بخشا ہے اُنکی حفاظت کر کہ وہ ہماری طرح ایک ہوں۔ جب تک میں اُنکے ساتھ رہا میں نے تیرے اُس نام کے وسیلہ سے جو تُو نے مجھے بخشا ہے اُنکی حفاظت کی۔ میں نے اُنکی نگہبانی کی اور ہلاکت کے فرزند کے سِوا اُن میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا تاکہ کتابِ مقدس کا لکھا پورا ہو۔۔۔ میں صرف اِن ہی کے لئے درخواست نہیں کرتا بلکہ اُن کے لئے بھی جو اِن کے کلام کے وسیلہ سے مجھ پر ایمان لائیں گے۔ تاکہ وہ سب ایک ہوں یعنی جس طرح اے باپ! تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں وہ بھی ہم میں ہوں اور دُنیا ایمان لائے کہ تُو ہی نے مجھے بھیجا ہے۔"(یوحنا 17 باب 1 تا 12 آیات اور 20 تا 21 آیات)

مسیح یسوع لاتعداد انسانوں میں سے بعض لوگوں کو یعنی برگزیدوں کو بچانے کے لئے خُدائے ثالوث کے مابین عہد کو یاد کرنے سے آغاز کرتا ہے۔ وہ باپ سے درخواست کرتا ہے کہ مخلصی کے کام کی تکمیل پر وہ اُسے جلال بخشے۔ اِس کے بعد وہ شاگردوں کے لئے دُعا کرتا ہے اور نہ صرف شاگردوں کے لئے بلکہ اُن کے لئے بھی جو شاگردوں کے کلام کے وسیلہ سے اُس پر ایمان لائیں گے (20 آیت)

مسیح یسوع اِس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ شاگردوں میں سے پاک نوشتوں کی نبوت کے مطابق ایک ہلاک ہو گیا ہے کیونکہ شروع ہی سے ہلاکت کا فرزند تھا۔ یہوداہ کی برگشتگی حتمی

تھی۔وہ حقیقی مرتد تھا جس نے اگرچہ ایمان کا اقرار تو کیا لیکن کبھی بھی حقیقی طور پر تبدیل نہیں ہوا۔وہ شروع ہی سے ہلاکت کا فرزند تھا۔دوسری جانب پطرس کی برگشتگی حتمی نہیں تھی۔اُس نے رجوع کیا اور بحال کیا گیا۔ مسیح کی شفاعتی دُعا نے اُس سنبھالا۔

مسیح کی دُعا کا پورا نقطہ یہ ہے کہ جن کو باپ نے اُسے دیا ہے اُس نے اُن میں سے کوئی ایک بھی نہیں کھویا۔اُس نے کہا کوئی بھی اُنہیں اُسکے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا(یوحنا 10 باب 28 آیت)۔ ہم اِس لئے قائم رہتے ہیں کیونکہ ہم محفوظ کیے گئے ہیں اور ہم اپنے بڑے سردار کاہن کی شفاعتی دُعا کی بدولت محفوظ ہیں۔یہ ہماری بڑی تسلی اور بھروسے کا سب سے بڑا منبع ہے کہ ہم مسیحی زندگی میں ثابت قدم رہیں گے۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول: لیگنئیر منسٹریز کے بانی اور سین فلوریڈا میں سینٹ اینڈریو چرچ کے پہلے پاسبان تھے۔ ریفارمیشن بائبل کالج کے پہلے صدر اور ٹیبل ٹاک میگزین کے مدیر بھی تھے۔ آج بھی اُنکا ریڈیو پروگرام Renewing Your Mind روزانہ دُنیا میں سینکڑوں ریڈیو اسٹیشنوں پر نشر کیا اور آن لائن بھی سُنا جاتا ہے۔ وہ ایک سو سے زائد کتب کے مصنف بھی تھے جن میں ''خُدا کی پاکیزگی''، ''خُدا کی برگزیدگی'' اور ''ہر ایک شخص عالمِ دین ہے'' شامل ہیں۔ پوری دُنیا کے گرد اُنہیں کلام کی لاخطائیت کے واضح دفاع اور لوگوں کو خُدا کے کلام پر مبنی اپنے اعتقاد پر قائم رہنے کی ضرورت کو اُجاگر کرنے کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔

کیا میں اپنی نجات کھو سکتا ہوں؟

اپنے گناہ کے دردانگیز احساس اور بائبل میں انحراف کے بارے میں انتباہ کا سامنا کر کے اکثر لوگ اس خیال کی آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اب وہ مسیحی نہیں رہے۔

اس کتابچہ میں ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول کلام کا گہرا مشاہدہ کرتا ہے کہ آیا ایک حقیقی مسیحی اپنے ایمان سے منحرف ہو سکتا ہے۔ وہ ناقابلِ معافی گناہ اور اس دُنیا میں ایمانداروں کی زندگی میں گناہ کی موجودگی جیسے موضوعات پر بحث کرتا ہے۔ جب مسیحی خُدا کے اس وعدے پر بھروسا کرتے ہیں کہ وہ اُنکو آخر تک محفوظ رکھے گا تو وہ نجات کا یقین حاصل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر آر۔ سی سپرول کے اہم سوالات کے سلسلہ کے کتابچے مسیحیوں کے اہم سوالات اور پُر فکر تحقیقات کے مختصر مگر جامع جوابات پیش کرتے ہیں

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول لیگنیئر منسٹریز کے بانی تھا۔ فلوریڈا سینفورڈ میں سنیٹ اینڈریو چیپل کے بانی پاسٹر اور ریفارمیشن بائبل کالج کے پہلے صدر تھا۔ وہ ایک سو سے زائد کتب کا مصنف تھا جن میں ''خُدا کی پاکیزگی'' شامل ہے

UCRT
URDU CENTER FOR REFORMED THEOLOGY
اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی

لیگنیئر لائبریری